فتاویٰ محدثِ اعظم

محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی

سردار احمد قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

بیش بہا دینی ومعاشرتی معلومات کا خزینہ

فتاویٰ



امام اہلسنت مرجع الخواص والعوام مفتی
حضرت مولٰینا الحاج ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری رح

مکتبہ قادریہ فیصل آباد

پاک گول بازار، امین پور بازار فیصل آباد

نام کتاب ______ فتاویٰ محدث اعظم

مصنف ______ شیخ الحدیث مولٰنا محمد سردار احمد قادری

ترتیب ______ قمر القادری

صفحات ______ 176

تعداد ______ 1100

اشاعت اول ______ 12 اکتوبر 2001ء

کمپوزنگ ______ ایم شاہد مغل (الحمد آرٹ) فون: 632122

ناشر ______ مکتبہ قادریہ فیصل آباد

قیمت ______ 100 روپے

واحد تقسیم کار

مکتبہ قادریہ فیصل آباد

پاک گول بازار، امین پور بازار فیصل آباد


تعارف و شخصیت

مجدث اعظم پاکستان حضرت شیخ الحدیث

مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قدس سرہ العزیز

تحریر: حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی آف ماریشس

حضرت شیخ الحدیث ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں قصبہ دیال گڑھ تحصیل بٹالہ ضلع گرداسپور پنجاب میں پیدا ہوئے، والد گرامی کا نام چودھری میراں بخش تھا۔ والدہ نے سردار محمد کہہ کر پکارا۔ والد نے سردار احمد نام رکھا۔ اور آپ نے خود اپنا نام "محمد سردار احمد" تحریر فرمایا

ابتدائی تعلیم قصبہ دیال گڑھ میں پائی، اسلامیہ ہائی اسکول بٹالہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا، ایف اے کی تیاری کے لئے 1926ء میں لاہور تشریف لائے،

"کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست" کا وقت آ گیا۔

متحدہ ہندوستان کے صوبہ پنجاب کا مرکز علم وفن لاہور کی مرکزی انجمن حزب الاحناف کا عظیم الشان جلسہ بیرون دہلی دروازہ اپنے زیر شامیانہ ملک وملت اور دنیائے اہلسنت کے تمام شہرہ آفاق علماء و مشائخ کا دلکش نظارہ پیش کر رہا تھا۔ کہ علم وعمل کا تاج محل حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوران خطاب یہ اعلان فرمایا۔

"حضرات! امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی

والعوام حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں فلاں گاڑی سے تشریف لا رہے ہیں۔"

اس اعلان کو ہزاروں کے اجتماع میں ایک اسٹوڈنٹ سراپا گوش سردار احمد نامی بھی سن رہا تھا۔ اور یہ فیصلہ کئے بغیر نہ رہ سکا، اور اس کا یہ فیصلہ درست تھا کہ جس شخصیت کا تعارف اپنے وقت کا صدر الافاضل فضیلت و کرامت کے خوبصورت الفاظ سے کر رہا ہو، وہ شخصیت خود کتنی بلند مرتبت اور امام شریعت وطریقت ہوگی، اور یہ اندازہ بالکل صحیح ثابت ہوا۔ چنانچہ قدرت نے حضرت حجۃ الاسلام کی صورت میں سردار احمد کو ایک ایسا سردار فراہم کر دیا، جس کی تعلیم وتربیت نے ایک انگریزی پڑھنے والے اسٹوڈنٹ کو عالم، فاضل، شیخ الحدیث اور محدث اعظم پاکستان بنا دیا۔

"دادا ورا قابلیت شرط نیست، بلکہ شرط قابلیت دادا وست۔

مولانا سردار احمد حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں

امام احمد رضا خاں قدس سرہ کا شاہزادہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں لاہور میں جلوہ فرما تھا۔ عوام کی بات نہیں، خواص کے دیدہ ودل بھی فرش راہ تھے، اب بیرون دہلی دروازہ لاہور کا جلسہ گاہ، جلوہ گاہ اہل نظر تھا۔ حضرت موصوف کا حسن خداداد نگاہوں کو خیرہ کر رہا تھا۔" لاہور میں دولہا بنا حامد رضا حامد رضا" کی چاروں طرف دھوم تھی، کہ یہی سردار احمد کشاں کشاں حضرت حجۃ الاسلام کی بارگاہ تک رسا ہوا۔ زیارت ودست بوسی کی سعادت میسر آئی، فیضان نظر اپنا کام کر گیا، اب لاہور سے یہی ایف اے کا طالب علم اسیر حجۃ

صرف ونحو کی خشک مگر دلچسپ وادیوں سے گزرتا، جب اس کو تفقہ فی الدین کی منزل نظر آئی تو اس نے اپنے آپ کو وقت کے سب سے بڑے فقیہہ حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ الحاج مصطفیٰ رضا خاں کے حضور پایا۔ اب منیۃ المصل کے ابواب روشن تھے۔ اور فقہ کی اس بنیادی منزل میں مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا استاد میسر آ گیا۔

یہ واقعہ ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کی تربیت اور حضرت مفتی اعظم کی تدریس نے مولانا سردار احمد کو ایک ایسے بحر العلوم (حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے ساحل تک پہونچا دیا، جو خیر آبادی علوم کا گنجینہ اور رضوی معارف کا خزینہ تھا۔

بریلی سے اجمیر

یہ قادری فیضان کہئے یا چشتی نسبت کہ اب مولانا کی منزل دار الخیر اجمیر خواجہ خواجگاں کی چوکھٹ اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و خدمت میں علوم وفنون کی تکمیل تھی، چنانچہ رضوی خانقاہ کا یہ پروردہ جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس میں اپنے علم وعرفان کی پیاس مسلسل آٹھ سال تک بجھاتا رہا، اور اپنے استاد کے حضور معقول اور منقول علوم کی منزلیں طے کرتا یہاں تک پروان چڑھا کہ یہ شجرہ علمی سدا بہار ہوگیا،

اجمیر مقدس کے قیام میں حافظ ملت مولانا حافظ عبد العزیز محدث مبارکپوری بانی دار العلوم اشرفیہ مبارکپور حضرت مولانا غلام یزدانی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی و حضرت صدر الصدور مولانا سید غلام

الاسلام ہو کر مرکز ایمان و آگہی بریلی شریف کی جانب رواں دواں تھا۔

تعلیم و تربیت

شہر بریلی محلہ سوداگران خانقاہ عالیہ رضویہ کی گلی میں ایک طالب علم صرف ونحو کی ابتدائی کتاب ہاتھ میں لئے، سرکاری لالٹین کی روشنی میں کھڑا محو مطالعہ تھا، تحصیل علم کے یہ انداز بڑے دلکش تھے۔ رات کے سناٹے کا عالم اس طالب علم کے درخشاں مستقبل کو آواز دے رہا تھا۔ کہ اتنے میں مربی روحانی وہادی رحمانی حضرت حجۃ الاسلام کی نگاہ حق آگاہ علم وعمل کے اس رسیا طالب علم پر جا پڑی، آپ کی شفقت بے نہایت نے آواز دی، ''تقدس میاں !'' (مولانا تقدس علی خان فرزند نسبتی حضرت حجۃ الاسلام) سردار احمد کو مطالعہ کے لئے ان کے کمرے میں روشنی فراہم کی جائے۔

واقعات بتا رہے ہیں، کہ چراغ کی روشنی میں یہی طالب علم اپنا دیدہ و دل فروزاں کرتا، حضرت موصوف کے زیر سایہ تعلیم وتربیت کے منازل بڑی تیزی سے طے کر رہا تھا۔ اب اس کے طعام وقیام کا انتظام بھی رضوی دولتکدہ سے متعلق تھا۔ تا آنکہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ یہ طالب علم خاندان رضا کا ایک فرد ہے،

دیکھنے والوں کا یہ بیان ہے کہ یہی طالب علم مسجد میں ہوتا تو عابد وزاہد، خانقاہ میں ہوتا تو فنافی الشیخ اور درسگاہ میں ہوتا تو تحصیل علم میں شاغل اور سراپا ادب تلمیذ نظر آتا۔

جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہ علماء جو آپ کے شریک درس تھے۔ وہ سب کے سب اپنے علم وفضل میں مشاہیر روزگار رہے،

حضرت شیخ الحدیث نے ان ماہ وسال میں کتب درسیہ کے ساتھ ساتھ امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی کی تصنیفات کا بڑا گہرا مطالعہ فرمایا، خود ہی ارشاد فرمایا کہ امام اہل سنت قدس سرہ کے رسائل وکتب نے میرے لئے وجدان ویقین کی تمام راہیں کشادہ کردیں، کتاب وسنت، اجماع امت کے تمام نصوص کو آئینہ کر دیا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی مسئلے کے ماخذ کی تلاش میں راتیں گزر جاتیں۔ چنانچہ حضرت صدرالشریعہ کی عالم بنانے والی کتاب ''بہار شریعت'' کے کسی مسئلے پر کسی نے اعتراض کیا، اور آپ نے اس کے ماخذ کی تلاش میں فتح القدیر کی تمام جلدیں دیکھ ڈالیں۔

یہ تو روزانہ کا معمول تھا کہ عصر ومغرب کے درمیان حضرت صدرالشریعہ کے ساتھ چہل قدمی میں بھی کوئی نہ کوئی کتاب آپ کے ہاتھ میں ضرور ہوتی ،اور کہیں بھی کوئی موقع میسر آجاتا تو علم کے حصول میں کوئی منٹ ضائع نہیں فرماتے چنانچہ فاضل خیر آبادی ک شرح مرقاۃ انہیں اوقات میں آپ نے پڑھی،

حضرت شیخ الحدیث کی زندگی میں اپنے اکابر سے بے پناہ شغف اور اساتذہ کا جذبہ احترام بدرجہ اتم پایا جاتا ہے، اپنے استاذ الکل فی الکل حضرت صدرالشریعہ کا نام لیتے تو ادب واحترام کا پیکر نظر آتے، اور اعلحضرت امام

اہل سنت امام احمد رضا کا نام نامی تو ان کا وظیفہ تھا۔ان سے یا ان کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ سے متعلق مساجد مدارس میں ہر جگہ آپ کو نسبت رضا نمایاں نظر آئے گی، چنانچہ برصغیر ہندو پاک کے علاوہ برطانیہ، جنوبی افریقہ، ماریشس میں مسجد رضا سنی رضوی سوسائٹی، خانقاہ قادریہ رضویہ، سنی رضوی اکیڈمی، سنی رضوی عیدگاہ، قادری رضوی مرکزی مسجد اور جامعہ رضویہ آپ ہی کی اور آپ کے ارشد تلامذہ کی یادگار ہیں،

یہ سب کچھ نتیجہ ہے، الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا کہ اس رنگ میں حضرت موصوف اپنی مثال آپ تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی سلف صالحین کی طرح احقاق حق وابطال، باطل کے جذبے سے بھرپور نظر آتی ہے، کیا مجال ہے کہ خلاف سنت کوئی عمل ان کے سامنے آئے، اور وہ اصلاح نہ کریں، دفع مضرت کے مقابلے میں جلب منفعت نام کی کوئی چیز ان کی زندگی میں نظر نہیں آتی، اس راہ میں جو مصائب وآلام سامنے آتے صبر وشکر کے ساتھ سہتے اور ہر حال میں مسلک اہلسنت کی ترویج واحیا فرماتے، اسلاف کے مسلک اور علمی برتری کے خلاف کوئی لفظ سننا گوارہ نہیں فرماتے، جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس کا ایک واقعہ خود راقم الحروف سے بیان فرمایا۔

جامعہ میں ایک فاضل مدرس جامع معقول ومنقول تھے، ایک دن درس میں الامام البریلوی کی تفقہ فی الدین کی تعریف کرتے ہوئے کہا، اعلحضرت فاضل بریلوی فقہ میں ماہر تھے۔اس جملہ میں فقہ کی قید احترازی تھی۔اشارۃً

فاضل بریلوی قدس سرہ کی علوم معقول پر مہارت کا انکار تھا۔۔۔۔۔۔۔حضرت شیخ الحدیث یہ سن کر تڑپ اٹھے، اور دوسرے ہی دن حضرت کی معرکتہ الآرا اور امکان کذب باری تعالیٰ کے رد پر منفرد کتاب، ''سبحٰن السبوح'' کا ایک ورق کھول کر فاضل مدرس کے سامنے درس میں بیٹھ گئے، اور اس پر اظہار خیال چاہا۔ مدرس مذکور فاضل تھے۔ دو چار بار دیکھتے ہی کہا، میں پہلے مطالعہ کرلوں پھر کتاب کے باب میں کچھ کہہ سکوں گا۔ چنانچہ دوسرا اور تیسرا دن بھی آ گیا، اور یہ کہ کر فاضل مذکور نے کتاب اور مصنف قدس سرہ کی انفرادی حیثیت کا برملا اقرار کرلیا کہ ''سبحٰن السبوح'' اپنے موضوع میں لاجواب ہے، قاضی اور افق المبین جیسی کتب معقول کے علمی مباحث کا خلاصہ اس میں موجود ہے، اور اس کا مصنف یقیناً علوم معقول (منطق وفلسفہ) پر استحضار رکھتا ہے،

شیخ الحدیث نے درس نظامی کی تکمیل میں بڑی محنت شاقہ فرمائی، اپنی کہنیوں کے بل پوری پوری رات کتب درسیہ کا مطالعہ فرماتے، اپنے استاذگرامی حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ہروقت حاضر رہے، عصر ومغرب کے درمیان بھی حصول علم کا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے، الامام البریلوی کی تصنیفات اور تحقیقات عالیہ تو آپ کا جز وایمان ویقین تھیں۔ حضرت بحرالعلوم اور فاضل خیر آبادی کی کتابوں کو بڑی وقعت دیتے، رد وہابیہ اور رافضیہ میں ان بزرگوں کی عبارتیں جھوم جھوم کر پڑھتے پڑھاتے اور داد تحسین دیتے۔

آپ کے مشائخ حدیث میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت سید آل رسول مارہروی اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدست اسرارہم کے اسما نمایاں ہیں، اس طرح علوم منطق وفلسفہ میں آپ کا سلسلہ زریں امام حق مولٰنا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچتا ہے،

ان فضائل ومحاسن کے علاوہ آپکو سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت شاہ محمد سراج الحق چشتی گرودا سپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت وخلافت کا شرف بھی حاصل تھا۔ مزید برآں سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں آپ اپنے مربی ظاہری وباطنی حضرت حجۃ الاسلام شاہ محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علہ سے ماذون ومجاز تھے۔ افاضل علماء کی ایک بڑی تعداد آپ کے گیسوئے طریقت کی اسیر ہے، آپ کے خلفاء وتلامذہ کے ذریعے اس سلسلے کے مریدین پاکستان کے علاوہ برطانیہ افریقہ مارشیس اور سری لنکا میں بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں،

حضرت شیخ الحدیث کی ذات میں ان سلاسل کا طرہ امتیاز ''احقاق وابطال باطل'' کا بے پناہ جذبہ موجود تھا۔ بے دینوں کا رد بری قوت سے فرماتے۔ اپنے تلامذہ اور مسترشدین کو اس کا حکم دیتے، اور ایسے موقعے پر الامام البریلوی کے یہ اشعار جھوم جھوم کر پڑھتے،

دشمن احمد پہ شدت کیجئے ---------- ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

شرک ٹھہرے جسمیں تعظیم رسول ---------- اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

اجمیر سے بریلی

آخر وہ وقت آہی گیا کہ صدر الشریعہ کا تلمیذ جلیل مفتی اعظم ہند کا چاند اور حجۃ الاسلام کا اسیر اپنی ارادت وعقیدت کی آخری قرار گاہ ''بریلی'' واپس ہوا، اور یادگار اعلیٰحضرت منظر اسلام میں ہدایہ اخیرین سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا، جامعہ رضویہ منظر اسلام جہاں آپ کو مطالعہ کے لیے لالٹین فراہم کی گئی تھی، اب آپ کو وہاں بر کوچک میں علم و دانش کی روشنی پھیلانے کے لیے مقرر کیا جاچکا تھا۔ بریلی کی صبح کہیے یا علم وفضل کے سورج کا طلوع، کہ اس نئے مگر مدرس اعظم کی آمد سے منظر اسلام میں غیر معمولی چہل پہل تھی، ہدایہ اخیرین شروع ہونے والا تھا۔ طلباء متن شرح پھر حاشیہ کی عبارتوں کو یاد کیے سوال و جواب سے آراستہ اپنے استاد گرامی کے سامنے حاضر تھے۔

حضرت سیدی واستاذی شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے یہ واقعہ خود راقم الحروف سے بیان فرمایا کہ طلباء اس سے پہلے کہ مسائل فقہ میں کچھ کہتے، شرح ومتن میں الجھتے اعتراضات کرتے آپ نے فقہ اور اصول فقہ سے متعلق چند سوالات ارشاد فرمائے، ہدایہ اخیرین کے طلبہ دم بخود لاجواب تھے۔ فقہ دانی کا سارا نشہ ہرن تھا۔ اور نہیں یہ شعور ہو چلا تھا کہ آج قطرے نے بحر علم کے ساحل کو پالیا ہے۔

ادھر یہ پر لطف چھیڑ چھاڑ تھی اور ادھر حضرت شیخ الحدیث کا مرکز آرزو مرجع خواص وعوام حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں اس علمی

منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ فرط مسرت سے آپ کی پانچھیں کھلی تھیں،،، اپنے صاجزادے جیلانی میاں سے بار بار ارشاد فرمارہے تھے۔ دیکھو! کل کی بات ہے، مولانا نے اسی مدرسہ میں میزان شروع کی تھی، اور آج خود علم کے میزان دکھائی دے رہے ہیں، ادھر مسلسل داد تحسین تھی، اور ادھر شیخ الحدیث کی تقریر، ہدایہ اخیرین میں فقہ اور موضوع فقہ پر سیر حاصل گفتگو فرمارہے تھے۔

تدریس کا یہ اتنا حسین آغاز تھا کہ منظر اسلام بریلی کے درودیوار آباد اور طلباء شاد تھے، فیضان رضا کا دریا موج پر تھا۔ پھر اسی فیضان نے جب حضرت موصوف کو جامعہ رضویہ مظہر اسلام مسجد بی جی صاحبہ بریلی شریف میں شیخ الحدیث کی مسند پر فائز کیا تو برما سے افغانستان تک کے طلباء آپ کے اردگرد جمع ہو گئے، ہر طرف قال اللہ وقال الرسول کا غلغلہ بلند تھا۔ مظہر اسلام میں دورہ حدیث کا یہ مبارک دور برصغیر کی تقسیم تک رہا،

قیام پاکستان کے بعد حضرت شیخ الحدیث نے مفتی اعظم ہند کے اشارے کے مطابق فیصل آباد پنجاب کو اپنا مستقر بنالیا، اور اس طرح پاکستان شیخ الحدیث کی ذات میں محدث اعظم پاکستان میسر آ گیا۔

بریلی سے لائلپور (فیصل آباد)

خالق کائنات کو یہ منظور تھا کہ فیصل آباد کی ذرخیز زمیں خدام دین وملت علمائے اہل سنت سے آباد ہو، چنانچہ محدث اعظم پاکستان نے جھنگ بازار کے گول میں نماز جمعہ کا آغاز فرمایا۔ مخلوق خدا دور دور سے آپ کا وعظ سننے

کے لئے ٹوٹ پڑی، آپ کی گفتار نے ہزاروں با کردار افراد پیدا کئے، اور مذہب حق اہلسنت وجماعت کی وہ حمایت فرمائی، کہ نہ صرف فیصل آباد بلکہ پاکستان کا ہر شہر دین حجازی کا مرکز بن گیا، مساجد و مدارس و خانقاہ قیل و قال محمد سے گونجنے لگے،

نظامی درس، خیر آبادی حکمت اور رضوی مسلک اہلسنت کی نشر و اشاعت کے لئے جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد رکھی، دورہ حدیث شریف آپ نے خود پڑھانا شروع کر دیا، آپ کے علم وفضل کی آواز اس قدر بلند ہوئی کہ نہ صرف طلباء بلکہ علماء نے آپ کے چاروں طرف ڈیرے ڈال دیئے، تا آنکہ جامعہ رضویہ کے فارغ التحصیل علماء نہ صرف پاک و ہند بلکہ سری لنکا، ماریش، جنوبی افریقہ اور برطانیہ خدمت دین کے لئے پھیل گئے، اور جہاں جہاں پہونچے فتح ونصرت نے ان کے قدم چوم لئے،

معمولات

سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عامل اہلسنت کا حامی اور پاکستان کا محدث اعظم، یہی اوصاف آپ کے معمولات کا بھی عنوان ہیں، صورت و سیرت میں کوئی بات خلاف شرع پاتے تو سخت برہم ہوتے، مسئلہ شرعیہ سے آگاہ فرماتے، توبہ کراتے اور آئندہ شریعت کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کرتے،

وظیفہ شب و روز

طلوع صبح سے پہلے بیدار ہونا، ضروریات سے فارغ ہو کر ذکر و

مناجات کرنا، شاہی مسجد میں نماز پنجگانہ کی جماعت میں تکبیر اولے سے پہلے حاضر ہونا، درس وتدریس کی مسلسل مصروفیات کے باوجود اشاعت مسلک اہل سنت کے لئے جلسوں میں شرکت بھی فرماتے، خدام و مریدین کی درخواست رد نہیں فرماتے، سب کی سنتے اور سب کو سناتے، مگر اپنے معمولات میں فرق نہیں آنے دیتے، جو کام جس وقت اور جس مقام کے لئے متعین ہوتا اسی وقت اور اسی مقام میں اسے ادا فرماتے، نماز جمعہ کے لئے اگر چہ کراچی جا کر عرس قادری رضوی میں شرکت کرتے ہی کیوں نہ واپس آنا پڑے، اٹکپور بھی آتے، ان شب وروز کی مصروفیات کے باوجود تدریس کے اوقات میں بروقت تشریف فرما ہوتے، حدیث پڑھاتے ہوئے کوئی صاحب کیوں نہ آجائیں توجہ نہیں فرماتے، ان اوقات میں دست بوسی اور گفتگو سخت ناپسند فرماتے، قصیدہ بردہ اور امام اہلسنت اعلیٰحضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے اشعار جو وقت جہاں بھی میسر آجاتا، اکثر اپنے تلامذہ اور نعت خواں سے سنتے اور شاد شاد ہوتے۔ بایں ہمہ عصر ومغرب کے درمیان استفتاء اور خطوط کے جوابات عطا فرماتے، مہمانوں سے ملاقات، آنے والوں کی پذیرائی، بعد عشاء اہم معاملات پر غور، خدام دین، خدام رضا کو دینی مشورے، مسجد و مدرسہ کے تعمیری منصوبے، یہاں تک کہ چادر شب ہر کس وناکس پہ تن جاتی، طلبہ دن کے تھکے ہارے مطالعہ کرتے کرتے سو جاتے، مگر جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی چار دیواری میں دین کا درد پہلو میں اور ملت اسلامیہ اہلسنت

وجاعت کا غم دماغ میں لئے ایک شیخ الحدیث کی ذات ہوتی جو بیدار نظر آتی،

مختصر یہ کہ آپ کے لیل ونہار خدمت دین اور خدمت خلق سے ہمیشہ روشن رہتے، اور آپ کی خلوت وجلوت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ نظر آتی،

یہ مشاہدہ تو برسوں کا ہے کہ کھانے پینے لینے دینے میں سنت کے مطابق ہمیشہ الایمن پیش نظر ہوتا، چائے پینے میں یہ اہتمام ہوتا کہ داہنے ہاتھ سے فرش پہ رکھی ہوئی پرچ اٹھا کر چائے نوش فرماتے، اسی طرح مسجد کی حاضری میں جوتے سے بایاں پاؤں پہلے اور دایاں بعد میں نکالتے، اور مسجد میں دایاں پاؤں پہلے اور بایاں بعد میں داخل فرماتے، اسی طرح مسجد سے نکلتے ہوئے بایاں پاؤں پہلے اور دایاں بعد میں نکالتے اس طرح کہ بایاں پاؤ جوتہ پر رکھتے اور دایاں پہلے جوتے میں داخل فرماتے پھر بایاں۔

محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے شب وروز کی یہ ادائیں تھیں، جن میں سنت اور سنت پر عمل کی کرامت کا صدور ہر وقت نظر آتا تھا۔

حج وزیارت کے لئے دوبارہ حاضری

حرمین طیبین میں پہلی حاضری کا شرف حضرت شیخ الحدیث بریلی شریف سے مفتی اعظم ہند کے ساتھ 1945ء میں حاصل کر چکے تھے۔ اور بقول حضرت جامی

مشرف گر چہ شد بے چارہ جامی　　　خدایا ایں کرم بار دگر کن

دس سال 1955ء تک حج وزیارت کی دوبارہ حاضری کے لیئے بے چین رہے کہ مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا بلاوہ 1956ء میں آگیا،

اس سفر وسیلہ ظفر کے لیے کئی درخواستیں فیصل آباد سے دی گئیں، جو نامنظور ہوئیں۔ اور راقم الحروف کا نام قرعہ اندازی میں نکل آیا، اور ''قرعہ فال بنام من دیوانہ زوند'' مجھے اس سفر حج وزیارت میں کراچی سے مکہ و مدینہ جاتے آتے حضرت کی معیت وخدمت کا شرف حاصل رہا،

داد اور اقابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت داد اوست

انداز سفر یہ رہا کہ اس کی پہلی منزل (قبل حج) مدینہ رہا۔ اور آخری منزل (بعد حج) بھی مدینہ رہا، آپ کا کل قیام مدینہ میں 54 یوم رہا، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سنی صحیح العقیدہ افراد کے ساتھ نماز با جماعت ادا فرماتے رہے، گنبد خضریٰ کی چھاؤں میں قیام کا شرف حاصل رہا، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خصائص کبریٰ کا مطالعہ فرماتے، اور نگاہیں گنبد خضریٰ پر ہوتیں۔ ''کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود'' اور ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام کا نذرانہ صبح وشام پیش کرتے،

حرمین طیبین میں آپ نے مسلک حق اہلسنت و جماعت پر جس استقامت اور بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جس محبت و ارادت کا مظاہرہ فرمایا۔ وہ آپ کی سیرت کا بڑا درخشاں باب ہے، جو آپ کی مستقل سوانح میں زیب عنوان ہوگا۔

اس دور میں استقامت علی الشریعت کی یہ بڑی روشن مثال ہے، کہ

آپ نے فوٹو سے مستثنیٰ پاسپورٹ پر حج وزیارت کا سفر کیا۔

تلامذہ

عالم الغیب والشہادۃ نے آپ کے درس میں بڑی برکت عطا فرمائی تھی، علوم وفنون کے علاوہ حدیث میں آپ کے تلامذہ کی تعداد برکوچک ہندو پاک میں سینکڑوں سے متجاوز ہے، چند مشاہیر تلامذہ کے نام یہ ہیں،

☆ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (مرحوم) سابق ایم این اے شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی۔

☆ مولانا وقارالدین (مرحوم) ناظم تعلیمات نائب شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی۔

☆ مولانا غلام رسول فیصل آباد شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائکپور۔

☆ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مفتی دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور۔

☆ مولانا تحسین رضا خان صاحب (مرحوم) سابق صدرالمدرسین مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف۔

☆ مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

☆ مولٰینا الحاج ابوداؤد محمد صادق، مدیر ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔

☆ مولٰینا الحاج محمد صابر القادری نسیم بستوی، مدیر ماہنامہ فیض الرسول

براؤں شریف بستی ہند

☆ مولانا مفتی مجیب الاسلام اعظمی ہند۔

☆ مولانا عبدالرشید شیخ الحدیث جھنگ۔

☆ مولانا ابوالحسنات محمد اشرف چشتی سیالوی شیخ الحدیث سیال شریف۔

☆ مولانا حافظ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ، واں بچھراں۔

☆ مولانا سید جلال الدین شاہ (مرحوم) بھکی شریف۔

☆ مولانا عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ (مرحوم) مناظر اہلسنت سانگلہ ہل۔

☆ مولانا ابوالمعالی محمد معین الدین شافعیؒ، ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ فیصل آباد۔

☆ مولانا ابوالشاہ محمد عبدالقادر شہید لائلپوری قدس سرہ فیصل آباد۔

☆ مولانا سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (مرحوم)، جامعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

☆ مولانا مفتی محمد امین مہتمم جامعہ امینیہ فیصل آباد

☆ مولانا ابوالانوار محمد مختار احمد فیصل آبادی۔

☆ مولانا حافظ احسان الحق (مرحوم) مدرس جامعہ امینیہ فیصل آباد۔

☆ مولانا مفتی محمد حسین سکھروی جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر

☆ مولانا سید حسین الدین شاہ ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

☆ مولانا فیض احمد اویسی شیخ الحدیث جامعہ اویسیہ بہاولپور

☆ مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ

☆ راقم الحروف محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی جنوبی افریقہ۔

نائب اعلیحضرت کی رحلت

مختصر یہ کہ آفتاب علم وفضل ساٹھ سال تک اپنی کرنوں سے بے شمار عوام وخواص طلباء علماء ملت اسلامیہ اہلسنت کو اپنے فیضان سے تابدار کرتا ہوا، 29 رجب المرجب 1382ھ، 29 دسمبر 1962ء کی درمیانی رات کو کراچی میں غروب ہوگیا، آپ کا جسد مبارک شاہین ایکسپریس کے ذریعے کراچی سے لائلپور لایا گیا، اسٹیشن سے جامعہ رضویہ تک علماء مشائخ عوام کے بے پناہ ہجوم نے ایمان افروز نظارہ بھی دیکھا کہ آپ کے جنازہ پر نور کی پھوار پڑ رہی تھی، اور ابر کا نام ونشان نہ تھا۔ نماز جنازہ مولانا ابوالشاہ محمد عبدالقادر احمد آبادی شہید اہلسنت قدس سرہ نے آپ کی وصیت کے مطابق پڑھائی، نماز جنازہ میں تین لاکھ فرزند توحید ورسالت کی شرکت علماء مشائخ کے سفر آخرت کی آخری تقریب میں فقید المثال ہے، آپ کا مزار آپ ہی کی بنائی ہوئی سنی رضوی جامع مسجد فیصل آباد میں زیارت گاہ خاص وعام ہے،

مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ العزیز نے خود اپنے اعظم خلفاء اور تلمیذ جلیل کی تاریخ وصال اپنے اشعار میں ارشاد فرمائی

مر گیا فیضان جس کی موت سے — ہائے وہ "فیض اتما" جاتا رہا

"یا مجیب اغفرلہ" تاریخ ہے — کس برس وہ رہنما جاتا رہا

دیو کا سر کاٹ کر نوری کہو — چاند روشن علم کا جاتا رہا

باقیات صالحات

آپ کی باقیات، صالحات میں تین صاجزادے اپنے والدگرامی وقار کے مسند کے امین اور حامئ دین متین ہیں، آپ کی کنیت ابوالفضل کی رعایت سے تینوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

صاجزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدررضوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ محدث اعظم

صاجزادہ غازی فضل احمد رضا (مرحوم)

صاجزادہ حاجی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ


حضرت محدث اعظم بطور مفتی

حضرت شیخ الحدیثؒ، مفتی کی حیثیت سے

تحریر............ فاضل شہیر، حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری، لاہور

دور آخر کے علماء عموماً ایک آدھ وصف میں ممتاز ہوئے ہیں۔ اگر کوئی مدرس ہے تو تقریر پر قدرت نہیں رکھتا، واعظ ہے تو تدریس وتصنیف کا ملکہ نہیں رکھتا۔ تدریس وتقریر میں کمال ہے تو فتویٰ نویسی کی مشق حاصل نہیں، اگر کوئی مناظر ہے تو تدریس کبھی نہ کی --------- مگر قدرت کی فیاضی دیکھیے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ بیک وقت اعلیٰ پایہ کے مدرس بے مثال محدث خوش بیان مقرر محقق، مصنف اور متین ومتدین مفتی ہیں، اور ہمہ علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، آپ نے تھوڑی سی مدت میں ایسی ترقی کی کہ جہاں ترقی کرنے والے برسوں کی ریاضت کے بعد پہنچتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی ذاتی کوششوں کے علاوہ آپ کو ان اساتذہ کرام سے استفادہ کا موقع ملا جن کی فقاہت وثقاہت آج کے دور میں بھی دور اول کی یاد تازہ کر دیتی ہے، حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ سے آپ نے اجمیر مقدس میں سات آٹھ سال درس لیا۔ اور پھر فراغت کے بعد بھی منظر اسلام بریلی کی تدریس کے دوران ان کی سرپرستی حاصل رہی، مولانا محمد امجد علی اعظمی کی فقاہت کا اعتراف اس صدی کے مجدد امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی کیا ہے، اور اس اعتراف کے طور پر آپ کو صدر الشریعہ کا لقب عطا فرما، حضرت صدر الشریعہ کی ایک تصنیف بہار شریعت

اردو زبان میں فقہ اسلامی کا دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) ہے۔ اردو زبان میں فقہ اسلام پر اس سے بہتر کوئی کتاب اب تک تصنیف نہ ہو سکی، مصنف بہار شریعت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے جو فتاویٰ جاری کیے وہ فتاویٰ امجدیہ کے نام سے جمع ہوئے اور جن کا کچھ حصہ شائع ہوا ہے فتاویٰ امجدیہ کی نقل کا کام بھی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے کیا۔

علاوہ ازیں تدریس کے ابتدائی دور میں حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں (خلف اصغر و خلیفہ امام احمد رضا) قدس سرہما سے آپ نے فقہ پڑھی اور تدریس سے فراغت کے بعد حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے پاس افتاء کا کام شروع کیا، فتویٰ نویسی اور ردمرتدین آپ نے مفتی اعظم قدس سرہ کی زیرنگرانی حاصل کیے۔

فن سوانح نگاری کے ماہرین سوانحی مواد میں مکاتیب اور تصانیف کا ذکر تو کرتے ہیں۔ مگر فتویٰ نویسی کا تذکرہ نہیں کرتے، حالانکہ فتویٰ نویسی کی اہمیت مکاتیب اور تصانیف کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ہے، مجیب و مفتی کے حالات کی تدوین میں اس کی شخصیت اور انداز فکر معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے فتاویٰ کا ہوشمندی سے مطالعہ کیا جائے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ فقیہ النفس تھے۔ فتویٰ نویسی میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ منظر اسلام بریلی، مظہر اسلام بریلی اور مظہر اسلام فیصل آباد کے دار الافتاء برصغیر کے مسلمانوں کا مرجع نظر اور مرکز نگاہ ہیں، دور دراز علاقوں سے استفتاء آتے، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ان کا جواب لکھتے۔

اختلاف رائے رکھنے کے باوجود۔اپنے اور بیگانے۔۔سب آپ کے تعمق نظراور تفقہ فی الدین کے معترف تھے۔آپ کے فتاویٰ خواص وعوام میں قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

عام طور پر اردو میں مقالہ نگاری کو علی گڑھ تحریک کا مرہون منت تصور کیا جاتا ہے،حقائق اور واقعات اس کی تصدیق نہیں کرتے۔اس تحریک سے پہلے اور بعد مجموعہ ہائے فتاویٰ میں ایسے فتاویٰ ملتے ہیں،جن کو اردو کے بہترین مقالات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔باوجود یہ کہ ان فتاویٰ کے مجیب و مفتی اس تحرک کے مخالف رہے۔فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ اور فتاویٰ مصطفویہ کا ذکر اس ضمن میں دلچسپی سے خالی نہیں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے بہت سے فتاویٰ اردو کے بہترین مقالات ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے فتاویٰ کا انداز تفہیم وتحقیق بڑا فاضلانہ ہے، بیشتر فتاویٰ مفصل ومحقق ہیں،اگرچہ آپ اس مقام فقاہت پر فائز تھے۔کہ آپ کا قول خود دلیل تھا،اورعموماً مستفتی کو کسی استدلال کی ضرورت نہیں ہوتی۔اس کے باوجود آپ بلاغت و جامعیت کے ساتھ دلائل کوضرور بیان کرتے،اس کے برعکس آپ کے اکثر معاصر مفتیان دین جواب فتویٰ مں صرف ایک حرف ہاں یانہ، جائزیا ناجائز، یاایک ہی جملہ لکھنا کافی سمجھتے تھے۔فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دیوبند، فتاویٰ امدادیہ وغیرہ اس ضمن میں دیکھے جاسکتے ہیں،

نظریاتی اختلاف کے باعث آپ نے بتقاضائے غیرت مذہبی یارد

عمل کے طور پر بعض فتاویٰ لکھے ہیں۔ گستاخان خدا و مصطفیٰ کی تردید میں لکھے گئے۔ فتاویٰ غیرت مذہبی اور ردعمل کا نمونہ ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود ان ناقدانہ فتاویٰ کا انداز بھی متین ہے، ان میں حق کی طرف رجوع کی دعوت بھی ہے اور ''انا'' پر قائم رہنے پر سوز دروں بھی۔ ردعمل کے اس تلخ فریضہ کی انجام دہی میں سوقیانہ انداز تخاطب سے قطعاً اجتناب کیا گیا ہے۔۔۔۔ ہاں یہی ایک مفتی کی شان ہے،

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ فتویٰ جاری کرنے سے پہلے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر اچھی طرح غور فرمالیتے، دلائل و براہین کے پیش نظر موقف متعین اور واضح فرماتے۔۔۔ ایسا ہرگز نہ ہوتا کہ موقف متعین کر کے اس کے لیے دلائل کی تلاش کی جاتی۔۔۔ ایسا کرنا تو کسی طرح بھی جائز نہیں۔

مسلمانوں کی سیاسی تحریکات میں فتویٰ کی اہمیت کسے معلوم نہیں۔ غیر متدین رہبروں کی ہزاروں تقریریں وہ انقلاب برپا نہیں کر سکتیں جو ایک متدین، متقی مفتی کے ایک فتویٰ سے برپا ہو جاتا ہے۔ تاریخ میں اس نوعیت کی بیشمار مثالیں موجود ہیں۔ 1857ء کے جہاد آزادی، تقسیم ہند سے قبل تحریک آزادی ہند کے زمانہ میں، خود تحریک پاکستان کے زمانہ میں اور تقسیم ہند کے بعد۔۔ فتووں کی بدولت بے شمار تحریکات پروان چڑھیں۔ اور مسلمانوں میں مذہبی اور سیاسی جوش ابھرا۔۔ آج کے گئے گزرے دور میں بھی کوئی مخلصانہ سیاسی فتویٰ دیا جائے، تو اس کا اثر محسوس کیا جا سکتا ہے۔۔

تحریک پاکستان کے دوران مسلمان ایک نازک دور سے گزر رہے

تھے۔ ایک طرف انگریز مسلمانوں کو ہمیشہ غلام رکھنے پر مصر تھا۔ دوسری طرف ہندوؤں کے خطرناک عزائم تھے، جو مسلمانوں کا ملی وجود ہی ختم کرنے پر تلا ہوا تھا۔ ان حالات میں مسلمان راہنماؤں نے الگ وطن کا مطالبہ کر رکھا تھا مسلمان کا مقابلہ حکمران طبقہ انگریز اور اپنے سے کئی گنا زیادہ طاقتور اور مالدار ہندوؤں سے تھا۔ ان حالات میں سنی علماء کرام اور مفتیان عظام نے تجویز پاکستان کی حمایت میں فتاویٰ جاری کیے، علماء کے ایک مشترکہ فتویٰ میں جو بریلی سے شائع ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بحیثیت مفتی شامل تھے۔ ان مخلصانہ فتاویٰ نے مسلمانان برصغیر میں جوش و جذبہ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ صحیح سمت کی طرف راہنمائی کی اور مسلمانوں میں ایک انقلاب برپا کر دیا، تحریک پاکستان کی تاریخ کا طالب علم ان حقائق سے واقف ہے،

قیام پاکستان کے بعد 1956ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی۔ بعض سنی علماء نے دیوبندی، وہابی، شیعہ وغیرہ تمام فرقوں کے لوگوں سے مل کر تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔ حالانکہ انہی سنی علماء کے عقیدہ کی رو سے باقی فرقوں کے لوگ اپنے کفریہ اقوال کے باعث دائرہ اسلام سے خارج ہیں، اس سے پہلے وہ بارہا فتوے دے چکے ہیں کہ ان کے ساتھ، مذہبی اتحاد اور میل جول ناجائز ہے،

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اور چند دیگر متدین متقی علماء اس اتحاد میں شریک نہ ہوئے۔ ان کا فتویٰ تھا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ بے دینوں،

بدمذہبوں اور اللہ ورسول کے دشمنوں سے اس قسم کا میل جول روا نہیں رکھ سکتے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے ان متدین ومتقی مفتیان عظام سے مل کر الگ تحریک چلائی، ان حالات میں بیگانوں کے علاوہ بعض اپنوں نے بھی آپ کے اس طرز عمل کی مخالفت کی، شدید مخالفت کے باوجود/آپ کے پائے ثبات میں تزلزل نہ آیا۔ بالآخر جب مخالفت کا طوفان تھما، تو لوگوں نے دیکھا کہ حق وہ تھا جو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے کہا اور کیا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے محض دینی ومذہبی فریضہ کی خاطر بغیر کسی معاوضہ کے ساری عمر فتاویٰ جاری کیے، ہر شخص خواہ وہ مظلوم ہوتا یا سائل، کسی وقت بھی آپ سے فتویٰ لے سکتا تھا، اسی للّٰہیت کی برکت تھی کہ آپ کے فتاویٰ خواص وعلماء میں مقبول تھے۔ فتویٰ پر کبھی کوئی معاوضہ نہ خود قبول کیا، اور ہمیشہ اپنے تلامذہ ومتوسلین کو یہ نصیحت فرماتے کہ فتویٰ، وعظ یا تقریر پر کوئی معاوضہ طلب نہ کریں۔ اس دور میں جبکہ بات پوچھنے کا بھی مول ہے، یہ طرز عمل کتنا دل نواز ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی صحبت میں بیٹھنے والے جانتے ہیں کہ حق بات واضح ہو جانے پر جو فتویٰ صادر فرماتے، اس میں ترمیم وتنسیخ کبھی نہ فرماتے، خواہ اس کے لیے کتنا ہی دباؤ کیوں نہ پڑے۔

1956 ء میں، اس سے پہلے اور بعد ۔۔۔۔ رویت ہلال کے معاملہ میں قرآن وحدیث اور فقہا کے اقوال کی روشنی میں جو موقف آپ نے اختیار فرمایا، وہ آپ کے عزم راسخ کا بین ثبوت ہے، عوام الناس اور خود

بعض سنی علماء کا اصرار، اس پر حکومت کا دباؤ مستزاد ہوتا۔ مگر کیا مجال کہ مرد حق حکم شرعی میں ذرا بھی تبدیلی کریں۔

10 اگست 1953ء بروز پیر 29 ذیقعدہ کو بصیر پور ضلع ساہیوال میں چند متدین لوگوں اور مدرسہ کے طلباء نے چاند دیکھا، ان شہادتوں کی بناء پر حضرت مولانا محمد نوراللہ نعیمی (م 1403ھ 1983ء) نے فتویٰ دیا کہ عید بقر جمعرات کو ہوگی۔ مگر بعض لوگوں نے محض اخبار اور ریڈیو کی خبر پر اعتماد کرتے ہوئے جمعہ کو ہی قربانی دی، اس صورت حال کو پیش کر کے ان لوگوں کے طرز عمل پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے استفتاء کیا گیا، آپ نے فتویٰ دیا کہ شرعی شہادت کی موجودگی میں بصیر پور میں عید بقر جمعرات کو تھی، مولانا محمد نوراللہ بصیر پوری کا فتویٰ درست تھا، مگر بناء بر حسد جن لوگوں نے مولانا کے فتویٰ پر عمل نہیں کیا۔، وہ گناہگار ہوئے، اس فتویٰ کے یہ الفاظ کتنی دل سوزی کا اظہار کرتے ہیں۔

"حسد بہت بری بلا ہے۔ حسد کی وجہ سے مسائل شرعیہ پر عمل کرنے میں ہرگز تکاسل نہ چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حسد سے محفوظ رکھے۔"

متدین، متقی مفتی کا کمال یہ ہے کہ جو کچھ وہ اپنے قلم سے لکھے یا زبان سے کہے، اگر وہ خود ان حالات سے دوچار ہو تو اس پر سختی سے عمل پیرا ہو اور اس کا ہر ہر عمل اس کے قول پر گواہ ہو، درحقیقت یہی طرز عمل افضلیت و امتیاز کا باعث بنتا ہے۔ قول فعل کی یکسانیت کے اعتبار سے جب بھی آپ کی حیات مبارکہ پر نظر پڑتی ہے تو آپکے اعمال اپنے اقوال کی تصدیق کرتے

ہیں، اس سلسلہ کی چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

(ا) اکابر علماء کے متفقہ فتویٰ کے مطابق آپ کا بھی فتویٰ تھا کہ فوٹو بنانا، بنوانا، اور تصویر سازی (خواہ عکسی ہو یا دستی) ناجائز وحرام ہے۔ 1945ء میں آپ نے پہلا حج کیا، تو پاسپورٹ کے لئے تصویر نہیں بنوائی۔

(ب) 1947ء میں تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان آ گئے۔ ان دنوں ابھی تک ایک دوسرے ملک میں آنے جانے کے لیے پاسپورٹ اور ویزا کی پابندی نہ تھی۔ 1948ء کو آپ دوبارہ بریلی تشریف لے گئے۔ اور وہاں مظہر اسلام میں طلبہ کو اسباق پڑھانے شروع کر دیئے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد جب پاسپورٹ اور ویزا کی پابندی لازمی ہو گئی، تو آپ واپس پاکستان آ گئے۔ باوجود انتہائی خواہش کے پھر بریلی شریف نہ جا سکے، کیونکہ اس کے لئے فوٹو بنوانا پڑتا تھا۔

(ج) 1956ء کو دوبارہ حج کے لیے درخواست حج میں وضاحت فرمادی کہ وہ اس کے لئے فوٹو نہیں بنوائیں گے۔ چنانچہ خصوصی شناختی سرٹیفکیٹ کے ہمراہ آپ کو حج پاسپورٹ جاری ہوا۔ اس طرح آپ نے اپنے فتویٰ کی تصدیق اپنے عمل سے کر دی۔

(د) آپ نے ہمیشہ فتویٰ دیا کہ اہانت رسول کے مرتکب لوگوں، بے دینوں، بدمذہبوں اور اللہ اور رسول کے دشمن فرقوں سے کسی قسم کا میل جول نہ رکھا جائے۔ 1952ء کی تحریک ختم نبوت کی مجلس عمل چونکہ سنی، دیوبندی، وہابی، شیعہ وغیرہ علماء پر مشتمل تھی، اس لیے باوجود بار بار کے استدعا کے

آپ اس مجلس عمل میں شامل نہ ہوئے ، اور خود اپنے طور پر علیحدہ ختم نبوت کے منکرین کے خلاف جہاد کیا۔

مولانا قاری محبوب رضا قدسی، کراچی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں بعض جوشیلے نوجوان بضد ہیں کہ دوسری جماعتوں کے ساتھ مل کر تحریک چلائی جائے ، مگر شیخ الحدیث اپنے اٹل فیصلہ پر نہایت خود اعتمادی کے ساتھ عمل پیرا ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم غیروں کے ساتھ اشتراک عمل کو مناسب نہیں خیال کرتے ، ہم مطالبات کی پوری حمایت کرتے ہیں۔ مگر گرفتاریاں اپنے پلیٹ فارم سے دیں گے۔ دوسرے اپنے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں دیں۔ ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ بہانا ہمارے واسطے فخر ومباہات ہے، مگر ہم اہانت مصطفی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کرنے والوں سے اشتراک عمل کسی طرح بھی پسند نہیں کریں گے، چنانچہ اپنے اس صحیح فیصلہ پر آخر دم تک ڈٹے رہے، اور جامعہ رضویہ کے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں جاری رہیں۔

اس دور میں آپ کے فقہی موقف کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس دور میں آپکے تحریر کردہ فتاویٰ کے چند اقتباسات پیش کئے جائیں، چنانچہ جناب نیاز محمد زرگر مقیم محلہ ہرچرن پورہ، فیصل آباد، کے ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں، مرزائی قادیانی اسلام کے دشمن، کافر و مرتد ہیں۔ وزیر خارجہ (ظفر اللہ خاں) مرزائی کو وزارت سے علیحدہ کیا جاوے۔ اس میں کسی مسلمان ک واختلاف کرنے کی گنجائش نہیں، ہر مسلمان کا یہ مطالبہ ہونا

چاہئے کہ وزی رخارجہ کو علیحدہ کیا جاوے، مگر وہابیوں، دیوبندیوں، شیعہ رافضیوں سے میل جول، ان سے اتحاد ہمارے نزدیک درست نہیں۔

تحریک ختم نبوت کے دوران کچھ لوگوں نے مالی جانی ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں، دیوبندی وہابی علماء نے بھی اس میں اپنا حصہ بتایا کہ ہمارے فلاں فلاں صاحب نے ختم نبوت پر اپنا مال جان قربان کر دیا ہے، ختم نبوت کے تحفظ کی اس تحریک کے حوالے سے ان علماء نے عوام الناس مین اپنا مقام بنانے کے حیلے حوالے کئے، اس صورت حال پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اظہار کرتے ہوئے فرماتے، ہیں

”وہابی دیوبندی چونکہ شان نبوت وشان رسالت میں بے ادب گستاخ ہیں“ لہٰذا وہ توبہ کئے بغیر شان نبوت پر کیسے قربان ہو سکتا ہے، مرنا اور چیز اور عزت نبوت پر قربان ہونا اور چیز ہے، ہم سب اہل سنت مرزائیوں کو کافر مرتد جانتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت کو ضرور چاہیے کہ وزیر خارجہ کو علیحدہ کر دے۔

مجلس عمل کے سنی اور غیر سنی اتحاد سے الگ رہ کر آپ نے تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ، مجلس عمل سے عدم اشتراک پر آپ کے خلاف وہ طوفان برپا کیا گیا۔ کہ الامان والحفیظ۔ آپ کے مدمقابل مرزائی، حکومت اور مجلس عمل کی انگیخت پر بعض اپنے بیگانے سب تھے۔ آپ کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا، تو نہ معلوم اس کے طرز عمل میں کیا تبدیلی آتی،،، مگر دور عزیمت کی کیفیت خود آپ کے الفاظ میں پڑھیے اور کردار کیعظمت اک

اندازہ کیجیے،

دور حاضر میں یہ چند روز عجیب گزرے۔ اپنی زندگی کی تاریخ میں ایسے دن گزارنے کا پہلا اتفاق ہوا۔ نہ اٹھتے چین نہ بیٹھتے چین۔ نہ بولتے چین، نہ چپ رہتے چین، کہیں تو کیا کہیں، چپ رہا جائے تو کیونکر۔ امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت عظم البرکت قدس سرہ العزیز کے فیض سے چین ملا۔ ان کے بیان فرمودہ طریقہ پر قائم رہنے سے تسکین ہوتی۔ خلافت کمیٹی گاندھویت کے دور اور ندوہ کے نشو ونما کے زمانہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا جو لائحہ عمل رہا، اس پر استقامت سے انہیں کے صدقہ سے باعث قرار وسکون ہوا۔ فقیر نو ماہ سے متواتر تقریر وتحریر میں، جمعہ کے خطبات، اجلاس میں بغیر خوف لومۃ لائم یہ بیان کرتا رہا کہ بے مذہبوں، بے دینوں، وہابیوں، دیو بندیوں غیر مقلدوں، شیعہ رافضیوں، مودودیوں، تبلیغی جماعت والوں، مرزائیوں قادیانیوں سے میل، سلام وکلام شرعاً منع اور ناجائز ہے، مجلس عمل میں چونکہ دین کے دشمن، ملک کے دشمن، غدار لوگ بھی شامل ہیں، لہٰذا فقیر اس میں شامل نہیں.......... رہے حکومت سے مطالبات' تو وہ مطالبات کرنا جائز وصحیح ہے، چنانچہ ہماری طرف سے بھی وہ مطالبات کیے گئے' مگر ملک میں امن عامہ کو خطرے میں ڈالنا، عام مسلمانوں کے جذبات ایمانی کو غلط طریقہ سے استعمال کرنا لوٹ کھسوٹ اور غدر کی صورتیں نکالنا شرعاً ہرگز درست نہیں، لائلپور میں بارہا تقریروں میں اپنے مسلک کو واضح کیا۔ لاہور کے جلسہ حزب الاحناف میں، جلسہ گڑھی

شاہو میں، اور کراچی جلسہ عرس مبارک اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز میں بھی اور مقامات میں بھی اپنا مسلک اہل سنت واضح کیا کھلے اور صاف الفاظ میں واضح کیا۔ یہاں پر مجلس عمل کے بعض ذمہ داروں نے جلسہ عام میں یہ علانیہ بیان کیا کہ اگر سردار احمد ہمارے ساتھ مل جائے، تو ہم سب اس کو اپنا امام بناتے ہیں، اور ہم سب (دیوبندی، غیر مقلد، مودودی، تبلیغی جماعت) اس کے پیچھے لگنے کو تیار ہیں، وہ ہمارے امام اور ہم ان کے مقتدی، بلکہ مجلس عمل کے ذمہ دار ایک وفد لے کر فقیر کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو سارے شہر لائلپور کا صدر اور امیر بناتے ہیں، لہٰذا آپ سارے شہر فیصل آباد والوں کے امیر و امام بن جائیں، مگر فقیر نے ان سے کہا کہ مجھے نہ امارت کی حرص ہے، نہ صدر و امام بننے کا لالچ، دیوبندی، وہابی، مولویوں کے پیشواؤں نے جو عبارتیں شان الوہیت وشان رسالت وشان صحابہ کرام وشان اہل بیت اطہار وشان بزرگان دین کے خلاف صریح بے ادبی و گستاخی کی لکھی ہیں، ان عبارتوں سے دیوبندی وہابی توبہ کرلیں، تو امامت تو امامت، فقیہ تو ان کا مقتدی بننے کو تیار ہے، اور اسی طرح جتنے گمراہ بے دین فرقے مجلس عمل میں داخل ہیں، جب تک وہ گمراہی بے دینی سے توبہ نہ کریں، فقیر ان کے ساتھ ملنے کو ہرگز تیار نہیں .... یہاں جب مجلس عمل والوں نے جلسے وجلوس کے سلسلے شروع کیے اور فقیر کے متعلق بے دینوں نے غلط پروپیگنڈے کیے۔ تو بے دین تو دشمن تھے ہی، اپنے بھی ان کے اثر میں آ کر مخالف ہو گئے۔ حتیٰ کہ سوائے چند گنتی کے افراد کے، سارا

شہر مخالف ہو گیا، تقریباً ایک ماہ تک عجیب مخالف ہوا چلی۔ ایک ہفتہ بہت نازک فضا رہی، مگر حضرت داتا صاحب، حضرت غوث اعظم، حضور خواجہ غریب نواز اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدقہ سے فقیر امام اہلسنت قدس سرہ العزیز کے فرمودہ طریق پر قائم رہا اور مسلمانوں کو جلسہ وجلوس میں نہایت امن سے رہنے کی تبلیغ بلیغ کی۔ ایک ماہ کے بعد فضا کا رخ ایسا بدلا کہ اکثر لوگ موافق ہوئے اور مخالفین نے بھی استقامت کی داد دی، اور یہ کہلایا کہ پبلک کے جذبے میں نہ بہنا اور اپنے نصب العین پر قائم رہنا اور ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہ کرنا،، یہ بڑا مشکل کام ہے، مگر اس نے (سردار احمد نے) کر دکھایا، اب فضا بحمدہ تعالیٰ اچھی ہے، اس نازک دور میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ور حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت صدر الشریعہ قدس اسرارہم کے فیض نے بڑی دستگیری فرمائی۔ اور حضرت مفتی اعظم قبلہ کی خدمت کی برکت سے بہت نفع پہنچا۔

تحریک ختم نبوت 1952ء میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا وہی طرز عمل رہا۔ جو تحریک خلافت و ترک موالات میں امام احمد رضا قدس سرہ اور آپکے ہم نوا اکابر کا رہا، جوش وجنون کے عالم میں تو ان حضرات کے خلاف ہر قسم کا مکروہ پروپیگنڈہ کیا گیا،،،، انگریز کے پٹھو، آزادی کے دشمن، مسلمانوں کے غدار،،،،، وغیرہ،،،، مگر جب طوفان تھما، تو معلوم ہوا کہ حق ان کے ساتھ تھا۔ اور یہ حق کے ساتھ تھے۔ یہی حال ختم نبوت کی تحریک کے دوران حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ساتھ گزرا۔۔۔ مخالفت، مخالفانہ

پروپیگنڈا، اشتہار بازی، غلط بیانات، ،،،،اور سفید جھوٹ،،، کاش اس وقت اہل سنت وجماعت جماعتی اور انفرادی امتیازی حیثیت سے تحریک میں حصہ لیتے، تو آج تاریخ مختلف ہوتی، بعض راز افشاء کرنے والوں کے طرز عمل سے جونقصان اٹھانا پڑا، اس سے حفاظت رہتی، تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی حق نے باطل سے اشتراک عمل کیا، ہمیشہ حق پر چلنے والوں کونقصان اٹھانا پڑا۔

منظر اسلام بریلی میں تدریس کے ابتدائی ایام میں ہی (1352ھ،1943ء) آپ نے فتویٰ نویسی کا کام شروع کردیا۔فی الحال اس کا تعین تو مشکل ہے کہ آپ نے پہلا فتویٰ کب لکھا۔

مگر منظر اسلام بریلی میں مدرس دوم کی حیثیت سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے جوفتاویٰ لکھے ہیں، وہ آپ کی فقاہت، ثقاہت اور کمال علمی پر بین دلیل ہیں۔

24شوال المکرم 1353ء، 30جنوری 1935ءکو راجکوٹ کاٹھیاوار (انڈیا) سے سید عبدالاول میاں قادری نے ایک استفتاء پیش کیا، جس میں تراویح کے ایک مسئلہ کے بارے میں بہار شریعت (مولفہ مولانا محمد امجد علی اعظمی) اور امداد الفتاویٰ (مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی) کے اختلاف کے بارے میں پوچھا گیا، استفتاء میں بھی لکھا گیا، کہ مولانا حشمت علی خاں کے سامنے بھی یہ مسئلہ پیش کیا گیا، (جب وہ اس علاقہ میں تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔) تو آپ نے مسئلہ سے متعلقہ کتابیں پاس نہ ہونے

متعلقہ کتابیں پاس نہ ہونے کے باعث جواب دینے سے معذوری ظاہر کردی، اور آپ کی طرف رجوع کرنے کو کہا، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں جو فتویٰ لکھا، وہ دلائل قاہرہ سے مزین ہے، فتویٰ کے آخر میں آپ لکھتے ہیں۔

''پھر کسی مسئلہ کے جواب میں روایت نقل کرنا اور بات ہے، اور صحیح ومفتی، و مختار قول بتانا اور بات، مولوی اشرف علی نے مسئلہ مذکورہ کے متعلق ایک روایت نقل کی ہے، اور حضرت استاد محترم صدر المدرسین مفید الطالبین مدظلہ العالی نے ''بہار شریعت'' میں مسئلہ کا جواب صحیح وصواب ومفتی بہ ومختار تحریر فرمایا ہے، وشتان ما بینھما فا نھم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تیس سال سے کم عمر اور دو سال سے کم تجربہ تدریس کے باوجود حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے فتویٰ کے انداز ظاہر کرتے ہیں کہ آپ نہ صرف مفتی ہیں، بلکہ دو مفتیوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں ایک قول کو دلائل سے ترجیح دے سکتے ہیں۔ اس مقام کی عظمت کا اندازہ صاحبان علم خوب کرسکتے ہیں۔

فیصل آباد کے قیام کے دوران آپ کے سامنے نکاح کے محرمات کے بارے میں ایک فتویٰ پیش ہوا، مفتی جامعہ رضویہ نے بھی بڑی محنت سے اس کا جواب لکھا، جب تصدیق کے لئے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے سامنے آیا، تو آپ نے جو لکھا، اس کے آخری جملے یوں ہیں،

''بخاری شریف کتاب النکاح جلد دوم، صفحہ 765 میں ہے، وجمع

عبداللہ ابن جعفر بین ابنة علی (ای زینب بنت فاطمة) وامرائة علی ری لیلیٰ بنت مسعود) لیجئے ،صورت سوال کا جزئیہ بخاری شریف سے مل گیا۔ والحمدللہ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب۔''

جواب فتویٰ کے تیور بتاتے ہیں کہ آپ کی نگاہ صرف کتب فقہ پر حاوی ہے، بلکہ احادیث طیبہ میں موجود فقہی جزئیات بھی آپ کی نظر سے پوشیدہ نہیں ۔جلیل القدر مفتی کی یہی شان ہے،

ایسا تو اکثر ہوتا ہے کہ مفتیان ایک دوسرے کے فتاویٰ کی تصویب کرتے ہیں، مگر ایسا کم دیکھنے میں آیا ہے کہ جلیل القدر مفتی نے ،جس کا قول خود فتویٰ ہو، کسی دوسرے مفتی سے استفتاء کیا ہو، بالخصوص ان حالات میں جب مفتی ، مستفتی سے سند اور عمر میں دوسرے درجہ پر ہو، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے جلیل القدر مفتیان عظام نے بھی استفتاء کرکے اپنے فتاویٰ کی تصدیق وتصویب چاہی ہے، اس سلسلہ میں صرف چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، فضل بہار (م 19 جمادی الآخر 1382ھ 18 نومبر 1962ء) امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ اور اعظم خلفاء سے ہیں، ان کی فقاہت وثقاہت خود مسلم ہے، مگر انہوں نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے ایک فتویٰ طلب کیا کہ مقتدیوں کو اقامت کے کس مرحلہ میں کھڑا ہونا چاہئے۔

حضرت ملک العلماء قدس سرہ نے یہ فتوٰی (1371ھ،1952ء سے 1380ھ،1961ء) کے درمیان کسی وقت طلب کیا، جبکہ آپ جامع لطیفیہ کٹھیار (بہار) میں صدر مدرس تھے، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے فقہ وحدیث کے دلائل سے استفتاء کا مدلل جواب لکھا۔

ایک مرتبہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ (م 1943ء) خلف اکبر وخلیفہ اعظم امام احمد رضا خاں بریلوی نے ایک فتوٰی لکھا، ان دنوں وہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے مہتمم تھے، ان دنوں حضرت شیخ الحدیث دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کے شیخ الحدیث تھے۔ حجۃ الاسلام اپنے فتوٰی کی تصدیق وتصویب کے لیے مظہر اسلام بریلی میں تشریف لائے اور اپنا فتوٰی دکھا کر حضرت شیخ الحدیث الرحمہ سے فرمانے لگے۔

''مولانا میں نے یہ فتوٰی لکھا ہے، کیسا ہے، کیا آپ اس کی تصدیق کریں گے۔

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (م1402ھ،1982ء) علیہ الرحمہ نے حرمت مصاہرت کے ایک مسئلہ پر عربی زبان میں فتوٰی لکھا۔ اور تصدیق کے لیے جامعہ رضویہ فیصل آباد کے دارالافتاء میں روانہ فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے حکم سے مفتی دارالافتاء مولانا ابوسعید محمد امین مدظلہ نے عربی زبان میں اس کی تصدیق کی۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی فتوٰی نویسی کا ادبی پہلو بھی قابل قدر ہے، آپ کا وطن (متحدہ) پنجاب تھا۔ مادری زبان پنجابی تھی، لیکن بریلی کی

تعلیم اور پھر تدریس اور محبت شیخ کی بناء پر ہمیشہ اردو بولتے اور اردو لکھتے ، آپ کے فتاویٰ اردو ادب میں قابل قدر اضافہ ہیں۔ان فتووں کے ذریعے اگر آپ کی ادبی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو پھر کئی نئے گوشے سامنے آئیں گے۔

آپ نے فتویٰ نویسی کے ذریعے بعض قوانین کو ترتیب دیا ہے، اس لحاظ سے آپ کے فتاویٰ قانونی ادب میں بھی قابل قدر سرمایہ ہیں، کاش کوئی ادیب اور قانون دان آپ کے فتاویٰ کی اس حیثیت سے افادہ واستفادہ کا پہلو واضح کرے، فتاویٰ کی قانونی اور ادبی حیثیت کو سمجھنے کے لیے صرف ایک فتویٰ پڑھ لیجئے۔

میمن سنگھ (بنگال) کے جناب محمد شمس الحق صاحب نے تقلید پر اہل حدیث کے نو سوالات (جنہیں اہل حدیث اپنے زعم میں لاجواب سمجھے بیٹھے تھے۔) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی خدمت میں جواب کے لیے بریلی روانہ کیے، آپ نے ان کا مفصل اور مدلل جواب لکھا، اور ساتھ ہی چند سوالات بھی کیے، جن کے جواب سے آج تک اہل حدیث حضرات خاموش ہیں۔ان جوابات کے شروع میں آپ نے ایک مقدمہ لکھا، اس کے چند جملے آپ بھی پڑھ لیجئے۔

''مذہب و دین دراصل اصول وقواعد وارکان ضروریہ قطعیہ کا نام ہے، احکام شرعیہ، عملیہ پر عمل کرنے میں جزئی اختلاف فرعی مخالفت سے مذہب کے حقیقی اصول وقواعد سے خروج لازم نہیں آتا، سب صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کا مذہب اسلام تھا۔اس لیے کہ سب کے اصول وقواعد دین متحد تھے،اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں آپس میں فرعی اختلاف ضرور ہوا، مثلاً بعض نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کو نہ پڑھا اور بعض نے پڑھا۔بعض نے آمین کو نماز میں آہستہ کہا اور بعض نے جہر سے....... مگر اس اختلاف فرعی کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دونوں جماعتوں میں سے کسی جماعت کے تقویٰ وزہد وعدالت ودیانت ورشد وہدایت ودین ومذہب میں کوئی فرق نہیں آیا،اس فرعی اختلاف کی وجہ سے ان پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔وہ سب کے سب ہدایت کے چمکتے ستارے ہیں، اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مقرب ومقبول ہیں۔

جامعہ رضویہ،فیصل آباد میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے تدریس حدیث، تقریر وتبلیغ ، دعوت وارشاد اور دیگر بے شمار مصروفیات کی وجہ فتویٰ نویسی کی خدمات مولانا محمد امین، مولانا محمد مختار احمد، مولانا نواب الدین اور دیگر اساتذہ جامعہ کے سپرد کر رکھی تھیں، یہ حضرات آپ سے زبانی ہدایات حاصل کر کے فتویٰ کو ترتیب دیتے اور آپ سے اصلاح لے کر فتویٰ مستفتی کے حوالے کر دیتے، اکثر فتاویٰ مفتی محمد امین صاحب لکھتے تھے۔


فتاویٰ مبارکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

سوال نمبر 1:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن مجید کا بغیر وضو کے چھونا جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا بالثواب۔

الجواب:-

قرآن پاک کو بغیر وضو کے جسم کے کسی حصہ سے بغیر کسی چیز کے حائل ہونے کے چھونا شرعاً ناجائز وحرام ہے، قرآن مجید وفرقان حمید میں ہے، لا یمسہ الا المطھرون۔ کنزالایمان میں اس آیہ کریمہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے، کہ اسے نہ چھوئیں، مگر باوضو تفسیر خزائن العرفان میں ہے، جس کو غسل کی حاجت ہو یا جس کا وضو نہ ہو یا حائضہ عورت یا نفاس والی میں سے کسی کو قرآن مجید کا بغیر غلاف وغیرہ کسی کپڑے کے چھونا جائز نہیں۔ بے وضو کو یاد پر قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔ لیکن بے غسل اور حیض والی کو یہ بھی جائز نہیں، بہار شریعت میں ہے، بے وضو قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے۔ بے چھوئے زبانی یا دیکھ کر پڑھے تو حرج نہیں۔ نیز اس میں ہے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو، اس کے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآن مجید ہی کا سا حکم ہے۔ تفسیر جلالین میں المطھرون کی تفسیر کی ای الذین طھروا انفسھم من الاحداث اس کے حاشیہ پر ہے فلا یجوز للمحدث والجنب والحائض مسہ عندالائمہ

الاربعة شرح وقایہ میں ہے، ولا تمس هئو لاء ای الحائض وجنب والنفساء والمحدث عمدۃ الرعایا میں ہے لا یمسه الاالمطهرون والحدیث لا یمس القرآن الاطاهر اخرجه النسائی والبیهقی والطبرانی واحمد رالحاکم وغیر هم۔
فتاویٰ رضویہ میں ہے، محدث کو مصحف چھونا مطلقاً حرام ہے خواہ اس میں صرف نظم قرآن مجید مکتوب ہو یا اس کے ساتھ ترجمہ وتفسیر ورسم الخط وغیر ہا بھی ہو کہ اس کے لکھنے سے نام مصحف زائل نہ ہوگا، آخر اسے قرآن مجید ہی کہا جائیگا، ترجمہ یا تفسیر کوئی اور نام نہ رکھا جائے گا۔ یہ زواید قرآن مجید کے تابع ہیں، اور مصحف شریف سے جدا نہیں۔ ولہٰذا حاشیہ مصحف کی بیاض سادہ کو بھی چھونا ناجائز ہوا، بلکہ پٹھوں کو بھی بلکہ چولی پر سے بھی بلکہ ترجمہ کا چھونا خود ہی ممنوع ہے، اگر چہ قرآن مجید سے جدا لکھا ہو۔ ہدایہ میں ہے وکذالمحدث لا یمس المصحف الابغلانه لقوله علیه السلام لا یمس القرآن الاطاهر ثم الحدث و الجنابة فلا الیه فیسویان و حکما لمس والجنابة حلت الفم دون الحدیث فیفترقان فی حکم القراة ۔ پس قرآن مجید وحدیث پاک واقوال فقہا سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہوگیا، کہ قرآن مجید کا بغیر وضو کے چھونا ناجائز وحرام ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 2:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تکبیر کہتے وقت مقتدی وامام کو

بیٹھنا چاہئے اور یہ حوالہ کن کتب فقہ میں آیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:-

بہار شریعت میں عالمگیری کے حوالہ سے تحریر فرمایا اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ بیٹھ جائے جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑا ہو یہی حکم امام کیلئے ہے۔ تنویر الابصار میں ہے، والقیام الامام وموتم حین قیل حی علی الفلاج ان کان الامام بقرب المحراب۔ ردالمختار میں ہے، کذا فی الکنزو نورالایضاح والاصلاح والظھیر یۃ والبدائع وغیر ھا قال فی الذخیرۃ یقوم الامام والموتم اذا قال الموذن حی علی الفلاح عند علماء الثلاثۃ۔ عالمگیری جامع الرموز مضمرات لمحطاوی علی مراقی الفلاح شامی علی الدر عمدۃ الرعایہ علی شرح وقایہ فتاوی رضویہ جلد دوم بہار شریعت وغیرہ کتب فقہ میں تکبیر ہوتے وقت کھڑے ہو کر انتظار کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 3:-

اونچی آواز سے آمین کہنا کہاں تک روا ہے، اس کے متعلق کتنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی روایات موجود ہیں۔

الجواب:-

حنفی اہلسنت نماز میں آہستہ آمین کہتے ہیں، اور شافعی اہلسنت نماز بلند آواز

سے کہتے ہیں، مگر یہ وہابی نہیں ہیں، اس علاقہ میں چونکہ وہابی غیر مقلد آمین بلند آواز سے کہتے ہیں، لہٰذا ان لوگوں کو وہابی کہتے ہیں، مگر وہابی ہونے کی وجہ صرف بلند آواز سے آمین کہنا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ شان الوہیت وشان رسالت وشان ولایت میں بے ادب و گستاخ ہیں اس وجہ سے ان کو وہابی کہتے ہیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 4:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کیا ختم شریف غوثیہ بلند آواز سے ملکر پڑھنا اور سورتیں وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب:-

صدر الشریعہ بدر الطریقہ محقق فقیہ حضرت مولانا امجد علی صاحب قدس سرہ نے اپنی کتاب مستطاب بہار شریعت میں فتاویٰ کی معتبر و مستند کتاب درمختار کے حوالہ سے تحریر فرمایا مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے قرآن پاک پڑھیں یہ حرام ہے، اگر چند شخص پڑھنے والے ہوں تو حکم ہے کہ آہستہ پڑھیں، ختم غوثیہ شریف پڑھنا بہت اچھا ہے۔ اس کے پڑھنے سے دین و دنیا میں بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں لیکن جب مجمع اکٹھے مل کر ختم غوثیہ شریف پڑھیں تو قرآن مجید فرقان حمید کی آیتوں کو آہستہ پڑھیں اور دیگر اذکار کو بلند آواز سے پڑھ لیں۔ اسی طرح جب کہ تیجا، ساتا، دسواں چالیسواں وغیرہ مجالس میں قرآن مجید کو مجمع میں چند آدمی پڑھیں تو آہستہ پڑھیں اور دیگر اذکار کو بلند آواز سے پڑھ لیں، اسی لیے کہ قرآن پاک کو جب بلند آواز سے پڑھا

جائے تو اس کا سننا حاضرین پر ضروری ہے، قرآن پاک میں ہے، اذا قرئی القران فاستمعوا له وانصتو العلكم ترحمون، تفسیر مدارک میں ہے۔ظاهره رجنوب الاستماع والانصات فی الصلوٰة وغيرها۔ درمختار میں ہے۔ یجب الاستماع للقرأ ۃمطلقالان العبرۃ لعموم الملفظ۔ ردالمختار میں ہےای فی الصلوٰۃ و خارجها لان الآية وان كانت واردة فى الصلوٰة و رخارجها لان الاية وان كانت واردة فى الصلوٰة على مامر فالعبرة ذعموم اللفظ لا لخصوص السبب۔ یعنی قرآن کا سننا واجب ہے نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو اس لئے کہ آیت اذا قرأت القران فاستمعواله وانصتوا الخ کا شان نزول اگرچہ ہے مگر محل خاص ہی کا اعتبار نہیں بلکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ لایجهر بعضكم علىٰ بعض بالقرآن ۔اشعۃ اللمعات میں ہے آواز بلند نکند از شما بعض بقرآن چہ در نماز چہ در غیر آن از مصلی و نائم قاری وذاکر تا موجب تشویش نگردد اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کا سننا فرض کفایہ ہے۔لہذا بعض کا سننا کافی ہے جیسے سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے اس لئے بعض کا جواب دینا کافی ہے، ردالمختار میں ہے فی شرح المنيه والطول ان الاستماع للقرآن فرض كفاية لانه لاقامة حقه بان يكون ملتفتا اليه غير مضيع لذلك يحصل

بانصات البعض کما فی ردالسلام حین کان الرعایة حق المسلم کفی فیہ البعض عن الکل اور علامہ حموی نے استذ قاضی القضاۃ کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اپنے رسالہ میں تحقیق کی ہے کہ قرآن پاک سننا فرض عین ہے۔ ردالمختار میں ہے، ونقل الحموی عن استاذہ قاضی القضاۃ یحی الشھیر بمنقاری زادہ ان لہ رسالۃ حقق فیھا ان استماع القرآن فرض عین بعض کتب میں فرمایا کہ علماء کی جماعت کثیر کا یہ مسلک ہے کہ نماز سے باہر قرآن پاک کا سننا مستحب ہے۔ تفسیر احمدی میں ہے، استدل بھا بعض علماء الحنفیۃ فی ان ترک القراءۃ للموتم فرض وذلک لان اللہ تعالیٰ یامر باستماع القرآن والانصات عندقراۃالقرآن مطلقا سواء کان فی الصلوٰۃ او فی غیرھا ولکن لما کان عامۃ العلماء غیر قائلین بوجوب الاستماع خارج الصلوٰۃ بل باستحبابہ خلاصہ یہ کہ نماز سے باہر قرآن پاک سننے کے متعلق تین قول مذکور ہیں۔ (1) فرض عین (2) فرض کفایہ (3) مستحب (امام اہلسنت اعلحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں تحقیق فرمائی کہ اگر قرآن پاک کے سننے کے لئے جمع ہوئے ہوں، تو قرآن پاک کے وقت ہر ایک کا چپ رہنا واجب ہے، اگرچہ ہزاروں کی تعداد میں ہوں، چاہے ان کو دوری کی وجہ سے پڑھنے والے کی آواز نہ پہنچے، لیکن جب کہ لوگ اپنے اپنے کاروبار میں ہوں تو قرآن پاک سننے کا قصد نہ رکھتے ہوں تو

بعض کے سننے سے فرض ادا ہو جائیگا۔ پہلے قول کی بنا پر نہ سننے والے اور نہ چپ رہنے والے سب گنہگار ہیں اور دوسرے قول کی بنا پر اگر بعض سن لیں گے اور چپ رہیں گے، تو کوئی گنہگار نہیں ورنہ سب گنہگار، تیسرے قول کی بنا پر نہ سننے والے اور نہ چپ رہنے والے مستحب کے ترک کرنے والے ہیں۔ جو قرآن پاک کی تلاوت کے وقت خاموش رہے اور سنے تو وہ شریعت کے مطابق عامل اور اجر عظیم حاصل کرنے والا ہے، لہٰذا تحقیق یہی ہے کہ یا سب آدمی قرآن پاک کی سورتوں اور آیتوں کو آہستہ پڑھیں یا ایک آدمی بلند آواز سے پڑھے اور باقی حضرات غور سے سنیں، اور خاموش رہیں۔ ختم شریف کو ہرگز بند نہ کریں۔ بلکہ جاری رکھیں۔ کیونکہ یہ دین و دنیا کے فیوض و برکات وحصول حسنات کا ذریعہ ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 5:-

کیا لنگڑے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:-

لنگڑے کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے، اس لئے کہ شرعاً لنگڑا وہ معذور مریض نہیں کہ اس کے پیچھے صحیح وتندرست کی نماز نہ ہو، امام کے لئے ضروری ہے کہ سنی صحیح العقیدہ پابند شرع ہو لہٰذا دیو بندی، وہابی، قادیانی، شیعہ، رافضی، مودودی، چکڑالوی وغیرہا بد مذہب امام کے پیچھے اہلسنت کی جماعت کی نماز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 6:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی وضع نماز کیا تھی۔ سنی اہلسنت و جماعت خصوصاً حنفی مذہب کے مطابق ہاتھ باندھ کر قرات اور تسلیمات وغیرہ پڑھا کرتے تھے، یا شیعہ مذہب کے مطابق ہاتھ کھول کر شیعی نماز پڑھا کرتے تھے۔ بینوا توجروا!

الجواب:-

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیکھا کہ اپنے دہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر نماز پڑھ رہے ہیں، تو آپ نے منع نہ فرمایا اگر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا منع ہوتا تو حضور علیہ السلام ضرور منع فرماتے، ابوداؤد شریف میں ہے۔ عن ابن مسعود انه كان يصلي نوضع يده اليسرى على اليمين فراى النبى صلى الله عليه وسلم فوضع يده اليمنى على اليسرى۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جد امجد مولیٰ کائنات مشکل کشا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابوداؤد کے حاشیہ پر ہے عن علی قال من السنة وضع الكف على الكف تحت السرة یعنی حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔ وضع علی رضی الله تعالىٰ عنه كفه على رسغه الاليسر یعنی مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ پر رکھا اس سے ظاہر ہے

کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے جد امجد کے طریقہ پر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم شریعت وطریقت کے جامع ہیں۔ سنیوں کے امام ہیں، ہمارے شجرہ میں بھی آپ کا نام نامی آتا ہے۔ آپ کا علم وعرفان آپ کی کرامات آپ کے فضائل شہرہ آفاق ہیں۔ ہمیں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسن ظن یہ ہے کہ آپ کے ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے اور اپنے جد امجد مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت پر عمل کرتے اور مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوتھے خلیفہ راشد برحق ہیں۔ اور باب مدینہ علم ہیں آپ اور باقی خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت کے مطابق عمل کرنے کا حکم حضور نبی کریم علیہ التسلیم نے فرمایا، علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین ہم اہلسنت کے نزدیک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل نماز میں ہاتھ باندھنے کا ہے۔ اور آپ کا یہ عمل مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت بعینہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ جب شیعہ رافضی زور دیتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی تو مطلب یہ ہوا کہ شیعہ رافضی کے نزدیک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی سنت کا خلاف کیا، بلکہ آپ نے حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے خلاف کیا۔ شیعہ رافضیوں کے نزدیک یہ گمان ہوگا، کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم کی سنت بلکہ نبی پاک علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے خلاف کیا، مگر اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت پر عمل کرتے تھے۔ اور وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت پر عمل کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 7:-

دیگر بعد والے حضرت امام اہلبیت مقلد تھے، یا نہیں، اگر تھے تو کس امام کے ، اگر نہ تھے تو کیوں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:-

آئمہ اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اگر مسائل مجتہدہ میں کسی امام مجتہد کے مقلد ہو جائیں، تو اس سے ان کی شان رفیع میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ دیکھو حضرت غوث پاک سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنی حسینی سید ہیں۔ اہل بیت کرام میں سے ہیں، نسبی شرافت کے حامل ہیں۔ ولایت کے عہدہ پر فائز ہیں، بلکہ لاکھوں کو نظر کرم سے باذن پروردگار ولی بناتے ہیں، باوجود ان خوبیوں کے پھر بھی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں۔ آئمہ اہل بیت میں سے جو جو آئمہ خود مجتہد تھے، وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے۔ ورنہ مسائل مجتہدہ میں کسی مجتہد کے مقلد تھے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 8:-

جب کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ پاک میں امام مدینہ تھے۔اور امام جعفر علیہ السلام بھی مدینہ شریف میں رونق افروز تھے۔اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرف تلمذ حاصل کرتے تھے تو وضع نماز اور ہاتھ باندھنے یا کھولنے میں کیوں تصفیہ نہ کر سکے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔

امام مالک امام جعفر صادق، امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آئمہ مجتہدین تھے، اپنے اپنے شہروں میں اجتہادی مسائل میں اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے۔مجتہد پر کسی دوسرے مجتہد کی تقلید لازم نہیں، بلکہ مجتہد مسائل اجتہادیہ میں اپنے اجتہاد پر عمل کرے گا۔اس وجہ سے اس پر کوئی اعترا نہیں کیا جا سکتا۔واللہ تعالےٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 9:۔

جو امام دیوبندی عقیدے رکھتا ہو، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔بینوا توجروا۔

الجواب:۔

ارکان اسلام میں سے اہم ترین رکن نماز ہے۔نماز فرض قطعی ہے۔نماز دین کا ستون ہے۔نماز مومنوں کی معراج ہے، نماز باجماعت ادا کرنا شرعاً مامور ومطلوب ہے، نماز کے دیگر مسائل کی طرح امامت کا مسئلہ بھی نہایت غور طلب ہے نماز کس امام کے پیچھے ادا کی جائے منصب امامت پر کس کو مقرر کیا

جائے۔اس کے متعلق مسلمانوں میں سستی آگئی ہے۔مقتدی عام طور پر جس امام کے پیچھے چاہتے ہیں، نماز پڑھ لیتے ہیں، خواہ امام کسی عقیدہ کا ہو بہت مسجدوں کے متولی و ناظم بھی امام مقرر کرتے وقت غور نہیں کرتے کہ کس عقیدے اور عمل کا امام چاہیئے۔اہلسنت و جماعت کے مذہب کے خلاف بہت مولوی ایسے بھی ہیں کہ اپنے آپ کو جھوٹے طور پر اہلسنت بتاتے ہیں، اور مسجدوں کے متولی ان مولویوں کے دھوکے میں آجاتے ہیں، اور ان کو اپنا امام مقرر کر لیتے ہیں۔سینکڑوں دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ مقتدیوں نے امام کو اہلسنت سمجھ کر امام رکھا اور امام بھی اپنے کو اہلسنت بتاتا رہا، اور اہلسنت جیسے کام کرتا رہا۔مگر آخر کار ایسے امام کا پردہ فاش اور ظاہر ہوگیا، کہ امام اہلسنت نہیں ہے، متعدد ایسی جگہیں ہیں کہ جہاں پر بعد میں ظاہر ہوا کہ امام سنی نہیں ہے بلکہ پکا وہابی ہے۔اہلسنت نمازیوں نے ایسے وہابی امام کو امامت سے علیحدہ کر دیا جس سے نمازیوں میں انتشار بھی ہوا۔اگر پہلے ہی سے امام کو مقرر کرتے وقت پرکھ لیا جائے تو بعد میں ایسی دشواریاں پیش نہ آتیں انشاء اللہ العزیز۔اب رہا یہ مسئلہ کہ دیوبندی عقیدوں والے امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں اس زمانہ میں یہ معرکۃ الآرا مسئلہ ہے، اس مسئلہ میں نزاکت ایک حد تک اس لئے ہوگئی ہے کہ دیوبندی اپنے فاسد عقیدوں کو چھپا لیتے ہیں۔پہلے عقیدے ظاہر نہیں کرتے جب ان کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے تو آہستہ آہستہ وہابی مذہب پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔پہلے یہ واضح ہو

جائے کہ دیو بندی مولویوں کے عقائد کیا ہیں، پھر مسئلہ کا جواب سہل ہے،

دیو بندیوں کے عقائد۔

عقیدہ نمبر 1:-

اگر حضور علیہ السلام کے بعد اب بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو اس سے ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں۔ معاذ اللہ۔ دیکھو بانی مدرسہ دیو بند کا رسالہ تحذیر الناس صفحہ 24، اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

عقیدہ نمبر 2:-

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، اور شیطان لعین کو ساری زمین کا علم ہے۔ معاذ اللہ، دیکھو براہین قاطعہ مصدقہ رشید احمد گنگوہی کے صفحہ ۵۱ پر ہے، شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں، کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ دیکھئے دیو بندیوں نے اس روایت سے کیا ثابت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، اور اسی دیو بندی پیشوا نے اسی کتاب کے اسی صفحہ پر چند سطر کے بعد لکھا ہے، الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی کونسی نص قطعی ہے، کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

عقیدہ نمبر 3:-

حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کو بچوں پاگلوں کے علم سے تشبیہ دینا ملاحظہ ہو۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا رسالہ حفظ الایمان صفحہ ۷۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید عمرو بکر ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے حاصل ہے۔ دیوبندی پیشواؤں کی ان عبارتوں میں سرور دو عالم نور مجسم نبی اکرم شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع میں صرح توہین و گستاخی ہے۔ اور حضور شافع یوم النشور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت سے انکار ہے۔ اس لئے علماء عرب و عجم و مشائخ حرمین طیبین نے ان عبارتوں کے لکھنے والوں پر یا ان عبارتوں کے مطابق عقیدہ رکھنے والوں پر کفر کا فتویٰ دیا، اور یہ فتویٰ پنجاب میں ہندوستان میں۔ یوپی میں، سی پی میں بنگال، بہار، بمبئی، مدارس، کشمیر وغیرہ میں بارہا شائع ہوا ہے۔ دیوبندی پیشواؤں کے یہ عقیدے سراسر اسلام کے خلاف ہیں، اور جو اپنے دیوبندی پیشواؤں کی ان عبارتوں پر مطلع ہو کر ان کو حق جانتے ہیں، وہ بھی شرعاً اپنے دیوبندی پیشواؤں کی طرح شرعی جرم میں گرفتار ہیں جو ان کے پیشواؤں پر شرعاً فتویٰ ہے، وہی ان کے ماننے والوں پر ہے۔ جب دیوبندی مولوی کے پاس ایمان ہی نہیں ہے۔ تو دیوبندی امام کی خود نماز نہیں ہوئی تو دیوبندی امام کے پیچھے اوروں کی نماز کیسے ہوگی۔ لہٰذا دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے فریضہ نماز ادا نہ ہوگا۔ بلکہ مقتدی کے ذمہ فریضہ نماز باقی رہتا ہے، لہٰذا جن

نمازیوں نے دیوبندی امام کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، ان نمازیوں پر لازم ہے کہ وہ نمازیں دوبارہ لوٹائیں، اگر نہ لوٹائیں گے، تو فریضہ ان کے ذمہ بدستور باقی رہے گا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 10:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی امامت کراتا ہے، کہ نماز میں ہمیشہ طول قرآت پڑھا کرتا ہے، تقریباً پاؤ سوا پاؤ میں دو رکعتیں پوری کرتا، مقتدی تمام نالاں ہیں، اور امام صاحب کو ہمیشہ کہتے رہتے ہیں، کہ ہم کمزور ہیں، اور ضعیف ہیں نماز اتنی لمبی نہ کریں، لیکن امام صاحب بجائے مان لینے کے اور زیادہ پڑھنا لگ جاتے ہیں، ایسے ضدی معاملہ میں نماز کا کیا حال ہے، امام کو کیا کرنا چاہیے اور مقتدی کیا کریں آیا نماز علیحدہ پڑھیں یا پیچھے امام کے نیت کرکے بیٹھ جائیں پھر کھڑے ہوکر رکوع میں ساتھ مل جائیں۔ اگر امام کو یہ کہتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میں ضد نہیں کرتا بلکہ مجھے پڑھنے کا شوق زیادہ ہے، بہرصورت امام کو ایسے شوق میں مستغرق ہونا چاہئے، یا مقتدیون کی بات پر عمل کرے، بینواتوجروا۔

الجواب:-

امام جب اوروں کو نماز پڑھائے تو شرعاً اس پر لازم ہے کہ مقتدیوں کا بھی خیال رکھے، نماز میں قرات یا رکوع وسجود کا اتنا طول نہ کرے، کہ مقتدیوں پر شفقت کا باعث ہو۔ اور جب امام تنہا نماز پڑھے جیسے سنتیں، نفل وغیرہ تو جتنا چاہے نماز کو طول دے، اس میں حرج نہیں، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے نماز میں طول دیا تھا، جس کی وجہ سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت معاذ پر بہت ناراض ہوئے، جیسا کہ بخاری و مسلم میں مفصل حدیث مذکور ہے، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا من صلی بالناس فلیخفف فان فیھم الضعیف والمریض وذوالحاجۃ الحدیث او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔یعنی جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ نماز کو طول نہ کرے بلکہ تخفیف کرے اس لئے کہ مقتدیوں میں کمزور و بیمار اور صاحب حاجت ہیں، اور ارشاد فرمایا من صلی بنفسہ فلیطول ماشاء او کما قال علیہ السلام یعنی جو شخص تنہا نماز پڑھے جتنی چاہے لمبی کرے ہمارے امام اعظم اور حضور غوث اعظم اور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے اولیاء کرام شب بھر عبادت کرتے صورت مسئولہ میں اس امام کو شرعی مسئلہ سمجھایا جائے اگر مان لے تو اچھا ورنہ کسی اور شخص سنی صحیح العقیدہ قابل امامت کو امام بنائیں۔ وہ امام جو آپ کا ہے امامت کے مسئلے سے ناواقف معلوم ہوتا ہے، امام ایسا ہونا چاہئے جو مقتدیوں کے حق کو پہچانے، اور تلاوت کا صحیح ذوق وہ ہے، جو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ہو، امام ایسا نہ ہونا چاہئے کہ جس کی وجہ سے مقتدیوں کا ذوق ٹوٹتا ہو بلکہ ایسا ہونا چاہئے جس کی وجہ سے مقتدیوں کا ذوق نماز زیادہ ہو۔ اس امام کا ذوق اگرچہ صحیح مگر طرز استعمال غلط ہے۔

اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے وہو لموفق وہو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 11:-

اگر کوئی امام چار انگل سے کم داڑھی رکھتا ہے، چار انگل داڑھی نہیں ہونے دیتا، صرف دو تین انگل داڑھی رکھتا ہے، کیا امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا کہ نہیں، مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب:-

شریعت میں کم از کم ایک مشت لمبی داڑھی رکھنا ضروری ہے، اس سے کم رکھنا خلاف شرع ہے، جو امام داڑھی منڈائے یا کتروائے کہ ایک مشت سے کم ہو اور اس کی عادت رکھے وہ فاسق معلن ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، جس کا لوٹانا یعنی دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر 12:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیش امام داڑھی کم رکھتا ہے، جب اس سے پوچھا گیا کہ داڑھی کتنی لمبی ہونی چاہئے، تو اس نے جواب دیا کہ لمبی داڑھی تو سکھوں کی ہوتی ہے، اس وجہ سے اکثر لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے، اور اس سے داڑھی بڑھانے کا اصرار کیا گیا، لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، اس لئے دریافت طلب مسئلہ ہے، داڑھی کی شرعی حد کتنی ہے، اور امام کی داڑھی کتنی ہونی چاہئے جو شرعی حد سے کم داڑھی رکھے، اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے، یا نہیں، جس نے مذکورہ بالا لفظ شارع عام کہا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے، جو لوگ اس امام

کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ان کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب:۔

بہار شریعت میں ہے داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے، داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے، ہاں اگر ایک مشت سے زائد ہو جائے تو جتنی زیادہ ہے اس کو کٹوا سکتے ہیں، احکام الملة الحقہ میں ہے داڑھی ایک مشت تک بڑھانا اور رکھنا باتفاق فقہا واجب اور اس سے زیادہ سنت و مستحب تاوقتیکہ شہرت وانگشت نمائی اور تمسخر تک نوبت نہ پہنچے، اور قبل مٹھی بھر ترشوانا یا منڈانا بالاتفاق حرام کسی کے نزدیک جائز نہیں۔ اور فی نفسہ مطلق داڑھی بڑھانا اور رکھنا سنت موکدہ متواترہ قدیمہ ہے تمام انبیاء علیہم الصلوٰة والسلام کی احکام شریعت میں ہے، داڑھی منڈوانے یا کتروانے والا فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا گناہ ہے، فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں، نیز اس میں ہے، نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے، کہ انہیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب اور انہیں کے قریب ہے. فاسق معلن مثلاً داڑھی منڈا، یا خشخاشی رکھنے والا یا کترواکر حد شرع سے کم کرنے والا، فتاویٰ رضویہ میں ہے داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے، اور اسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، ان عبارات کتب فقہاء وعلماء سے معلوم ہوا کہ داڑھی کی لمبائی کم از کم ایک مشت ہے، جو امام ایک مشت سے کم داڑھی رکھے یا منڈائے، وہ شرعاً فاسق ملعن ہے، اس کو امام بنانا گناہ

ہے،اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ان کا پھیرنا واجب، امام مذکورہ کا یہ جملہ کہ لمبی داڑھی تو سکھوں کی ہوتی ہے، بہت سخت جملہ ہے، اس امام پر ضروری ہے، کہ توبہ کرے، اور عہد کرے کہ آئیندہ کبھی خلاف شرع ایسا جملہ ہرگز نہ کہے گا، اگر امام مذکورہ توبہ کرے اور عہد کرے کہ آئیندہ شریعت کے مطابق کم از کم ایک مشت لمبی داڑھی ضرور رکھے گا، ترشوا کر اس سے کم نہیں کرے گا۔ تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً بلا کراہت جائز ہے، جب کہ امام مذکور سنی صحیح العقیدہ پابند شرع ہو اور اگر داڑھی ترشوانے سے توبہ نہ کرے بلکہ اپنی اسی پرانی عادت پر قائم رہے، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور لوٹانی واجب وضروری، اگرچہ وہ امام سنی صحیح العقیدہ ہو، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 13:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حافظ القرآن ہو اور داڑھی کترا کر ایک یا ایک دو انچ کے برابر رکھتا ہو، اور رمضان شریف کے روزے بھی نہ رکھتا ہو، اور حقہ سگریٹ بازاروں میں پیتا ہو، اس کے پیچھے نماز فرض پڑھنا کیسا ہے، اور نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب:-

قرآن پاک حفظ کرنا بہت بڑی بے بہا دولت ایمانی ہے، اور بغیر عذر شرعی رمضان المبارک کے روزے نہ رکھنا شرعاً حرام ہے، جو شخص شریعت کی

پابندی نہ کرتا ہو، داڑھی حد شرعی سے کم کرتا ہو، منڈواتا یا ترشواتا ہو اور اس کا عادی ہو اگرچہ حافظ القرآن ہو اور سنی صحیح العقیدہ بھی ہو ایسے شخص کے پیچھے پنجگانہ نماز پڑھنا یا نماز عیدین و جمعہ پڑھنا یا رمضان المبارک میں تراویح پڑھنا نماز وتر پڑھنا شرعاً منع ہے، نمازیوں کو لازم ہے کہ ایسے شخص کو امامت کے لئے منتخب کریں، جو اہلسنت صحیح العقیدہ ہو، اور شریعت مطہرہ کا پابند ہو، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 14:-

وہابی امام کے پیچھے ہم اہلسنت کی نماز کیوں نہیں ہوتی کامل ثبوت ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب:-

وہابی شان الوہیت وشان رسالت وشان اہلبیت وشان صحابہ میں نہایت گستاخ و بے ادب ہیں، ان کی گستاخیوں و بے ادبیوں سے ان کے پیشواؤں کی کتابیں بھری پڑی ہیں، یہ بڑے غدار ہیں قرآن وحدیث کے غلط مطالب بیان کر کے مسلمانوں کو گمراہ بے دین کر رہے ہیں، ان کے پیچھے اہلسنت کو نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم۔

سوال نمبر 15:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک ایسا نابینا ہے، جو اپنے جسم ولباس کو نجاست ظاہری سے محفوظ نہیں رکھ سکتا اور امور غیر شرعی کا مرتکب رہتا

ہے، جیسے بغیر اذن ولی نابالغہ لڑکی کا نکاح پڑھنا اور اپنی عورت کو بے ستر رکھنا وغیرہ ایسے شخص کی امامت کے باوجود پرہیزگار امام مل سکتا ہے، کیا حکم ہے کہ اس کو امام بنانا چاہئے یا کہ نہیں۔

الجواب:-

ھوالموفق للصواب۔ امام کا سنی صحیح العقیدہ پابند شرع ہونا ضروری ہے، اور اگر امام نابینا ہے، مگر نماز کے مسائل کو جانتا ہے، جسم اور کپڑے کو پاک وصاف رکھتا ہے، شریعت کا پابند ہے، تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بلاشبہ جائز بلکہ حدیث کے موافق ومطابق اور اگر نابینا ایسا ہو کہ جسم اور کپڑے کو پاک و صاف نہیں رکھتا، اور شریعت کی پابندی نہیں کرتا، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً منع ہے، اور اس کی امامت ناجائز ہے۔ اس کی امامت سے لوگوں کو وحشت ونفرت ہوگی، اور جماعت میں قلت ہوگی، لہٰذا اس نابینا کو امامت سے ضرور علیحدہ کردیں، اور اس امام مذکور کے پیچھے اپنی نمازیں خراب وبرباد نہ کریں، بلکہ کسی سنی صحیح العقیدہ پابند شرع کو امام رکھیں اور اس نابینا امام مذکور کو امامت سے علیحدہ کردین، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نوٹ:- جس کی عورت بغیر ستر کے پھرے شوہر اس کو منع نہ کرے تو اس کا شوہر بھی اس کی طرح فسق کررہا ہے، اور اگر شوہر منع کرتا ہے، مگر بیوی بے پردہ پھرتی ہے، تو اس صورت میں شوہر کا کوئی قصور نہیں، قرآن پاک میں ہے، لا تذورو ازرۃ وزری اخری۔

سوال نمبر 16:-

نماز پڑھتے وقت امام کولاؤڈ سپیکر کا استعمال شرعاً درست ہے، یانہیں اور اس پرنماز پڑھاناشرعاً کیسا ہے، بینواتوجروا۔

الجواب :-

نماز پڑھاتے وقت امام کو لاؤڈ سپیکر کا استعمال ہرگز نہ چاہئے، مگروہ ناپسند ہے، کیونکہ قرات میں ایسا تصنع وتکلف اور زیادہ بلند آواز جو حضور قلب خشیت اور تذلل نماز کے منافی ہو منع ہے، آئمہ مساجد کو اس سے احتراز چاہئے، اور متولی واراکین مسجد کمیٹی اور مقتدیوں کو چاہئے کہ جس جگہ امامت کے لیے یہ آلہ استعمال ہوتا ہو، اس کو بند کرائیں، لاؤڈ سپیکر کے مسئلہ کے متعلق غور کیا گیا، اس کے متعلق زمانے کے ماہر لوگ بھی دو قسم کے ہیں، بعض کہتے ہیں، لاؤڈ سپیکر کی آواز متکلم کی آواز ہے، یعنی لاؤڈ سپیکر متکلم کی آواز کو دور تک پہنچاتا ہے، اور بعض کہتے ہیں، کہ لاؤڈ سپیکر سے متکلم کی آواز ٹکراتی ہے، جس سے لاؤڈ سپیکر میں جدا آواز پیدا ہوتی ہے، اس صورت میں لاؤڈ سپیکر کی آواز امام کی آواز نہیں، لہٰذا اس قول کی بنا پر لاؤڈ سپیکر کی آواز سے جو تکبیرات انتقالات کی جائیں گی، اس سے نماز فاسد ہو جائے گی، فساد وعدم فساد میں معاملہ دائر ہے، احتیاط اسی میں ہے کہ نماز کے لئے ہرگز نہ لگایا جائے، مسلمانوں کی نمازیں خطرے میں نہ ڈالی جائیں۔ ہمارے اکابر علماء نے نماز میں اس کے لگانے کو پسند نہیں کیا، بلکہ بعض علماء نے صرحۃً فرمایا کہ اس کا نماز میں لگانا درست ہے، بعض نے فرمایا، مفسد نماز ہے بعض نے فرمایا ہرگز نہ لگایا جائے، بعض نے فرمایا اس کا نماز میں لگانا

بدعت سیئہ ہے، اور بعض نے فرمایا کہ نماز تو نماز اذان وخطبہ میں بھی اس کا استعمال نہ کیا جائے، ان وجوہ کی بنا پر احتیاط اسی میں ہے، کہ لاؤڈ سپیکر کا نماز میں ہرگز استعمال نہ کیا جائے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب۔

سوال نمبر 17:-

گنبد سے سنی ہوئی آواز پر رکوع وسجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز کو کیا کتب فقہ میں فاسق وباطل لکھا ہے۔

الجواب:-

گنبد سے سنی ہوئی آواز چونکہ امام کی آواز نہیں ہے، لہٰذا گنبد کی آواز پر رکوع وسجود کرنے کا کوئی مطلب نہیں نہ اس کی آواز پر سجدہ تلاوت لازم نہ اقتدا کا تحقق، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر 18:-

کیا گنبد یا لاؤڈ سپیکر سے سنی ہوئی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز ہے یا اس کی مثل ومشابہ ہے، بینوا توجروا۔

الجواب:-

گنبد سے سنی ہوئی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز نہیں ہے، کیونکہ اگر گنبد سے سنی ہوئی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز ہوتی تو جو آدمی گنبد سے آیت سجدہ سنتا تو اس پر سجدہ تلاوت لازم ہوتا، حالانکہ لازم نہیں، تو معلوم ہوا کہ گنبد سے سنی ہوئی

آواز بعینہ متکلم کی آواز نہیں ہے بعض علماء لاوڈ سپیکر کے متعلق بھی ایسا ہی کہتے ہیں، درمختار میں ہے، لا تجب السماعۃ من الصدی، ردالمحتار میں ہے، ھوما تجیبك مثل صوتك فی الجبال والصحاری ونحوھما کما فی الصراح بدائع الصنائع میں ہے، بخلاف السماع من البیغا والصدی فان ذلك لیس بتلاوۃ۔ بحرالرائق میں ہے کالسماع من الصدی کما فی الصناع والصدی وھوما یجیبك مثل صوتك فی الجبال والصحاری ونحوھما اس کی شرح طحطاوی میں ہے فانہ لااجابۃ فی الصدی وانما ھو محاکاۃ۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے، اگرکسی نے گنبد کے اندر جاکر آیت سجدہ پڑھی اور وہاں سے آواز گونج کرلوٹی اور وہ آواز کسی نے سنی تو اس پر سجدہ واجب نہ ہوگا۔ خلاصہ میں لکھا ہے، بہار شریعت میں ہے بہاؤ وغیرہ میں آواز گونجی اور بعینہ آیت کی آواز کان میں آئی تو سجدہ واجب نہیں، اور بدائع الصنائع کی عبارت سے تو صراحۃً ثابت ہے کہ گنبد کی آواز بازگشت تلاوت نہیں باقی عبارتوں کا مطلب بھی یہی ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 19:-

نماز عصر ونماز عشا کی پہلی چار سنت غیر موکدہ کے پڑھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب:-

نماز عصر و نماز عشاء کی پہلی چار رکعت سنت پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سبحنک اللھم الخ تعوذ اور الحمد و سورۃ پڑھے، دوسری رکعت میں الحمد و سورۃ پڑھے، پھر التحیات کے بعد درود شریف بھی پڑھے پھر تیسری رکعت میں سبحنک اللھم الخ اور اعوذ باللہ بھی پڑھے۔ درمختار میں لا یصلی علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی القعدۃ الاولیٰ فی الاربع قبل الظھر والجمعۃ ولا یستفتح اذا قام الی الثالثۃ عنھا وفی البواقی ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و یستفتح ویتعوذ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت محدث اعظم پاکستان استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قیام پاکستان سے کافی مدت پہلے نماز تراویح کے متعلق بیس 20 سوال غیر مقلدین کے پیشوا مولوی ثناء اللہ امرتسری سے کئے تھے، جو اس زمانہ میں اہلسنت کے مشہور اخبار الفقیہ امرتسر میں شائع ہوئے تھے، علماء کے استفادہ کے لیے نقل کئے جا رہے ہیں۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

السلام علی من اتبع الھدیٰ۔ آپ کے بعض مقلدین اہلحدیث کہلانے والے آٹھ رکعت تراویح پر بہت زور دیتے ہیں، اور بیس رکعت تراویح کو بدعت و ناجائز بتاتے ہیں، اور مسلمانوں کو عبادت خدا سے روکنے کی ترغیب دیتے ہیں، اور فتنہ و شورش برپا کرتے رہتے ہیں، اور ہیں بالکل جاہل، آپ

سے چند سوالات کرتا ہوں، ان کا جواب تعصب سے الگ ہوکر نہایت انصاف سے دیجئے۔ چار برس ہوئے پیر کی شریف آپ اور ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلدین کے جلسہ میں گئے تھے۔ اور میں نے چند سوالات آپ کے مذہب کے متعلق آپ سے بذریعہ تحریر دریافت کئے، مگر آپ جواب نہ دے سکے، اور اب تک خاموش ہیں ان سوالات جوابات میں ایسی خاموشی اختیار نہ کیجئے۔ قرآن مجید وحدیث شریف سے جواب ہو اپنی رائے کو دخل نہ ہو۔

سوالات

1:- بیس رکعت تراویح پڑھنا جائز ہے، یا ناجائز۔

2:- اگر کوئی اہل حدیث (غیر مقلد) بیس تراویح پڑھے یہ جان کر کہ آئمہ و اصحابہ کرام کا اس پر عمل تھا تو وہ اہل حدیث (غیر مقلد) گنہگار ہوگا یا نہیں، اور وہ اہل حدیث بیس تراویح پڑھنے سے اہلحدیث رہے گا یا نہیں۔

3:- ایک اہل حدیث (غیر مقلد) آٹھ تراویح پڑھے اور دوسرا اہل حدیث (غیر مقلد) بیس تراویح پڑھے تو زیادہ ثواب کس کو ہوگا۔

4:- تراویح کے کیا معنی ہیں شرعاً اس کا اطلاق کم از کم کتنی رکعت پر حقیقتاً ہو سکتا ہے۔

5:- نماز تہجد کا وقت کیا ہے اور نماز تراویح کا کیا وقت ہے۔

6:- نماز تہجد کب شروع ہوئی اور نماز تراویح کب مسنون ہوئی۔

7:- نماز تہجد رمضان/غیر رمضان میں ہے یا نہیں۔

8:- نماز تراویح صرف رمضان میں ہے یا نہیں۔

9:- ہند کے اہل حدیث کہلانے والوں کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی ایک ختم قرآن مجید تراویح میں اور ایک ختم تہجد میں سنتے تھے۔ جیسا کہ غیر مقلدین میں مشہور ہے، لہٰذا اگر تراویح اور تہجد ایک نماز ہے تو مولوی نذیر حسین دہلوی دونوں کو الگ الگ پڑھ کر بدعت فی الدین کے مرتکب ہوئے، یا نہیں۔ اور رمضان میں تہجد جماعت کے ساتھ پڑھنا اور اس میں ختم قرآن مجید سننا اہل حدیث کے نزدیک بدعت ہے یا سنت ہے تو اس کا کیا ثبوت ہے۔

10:- صحاح ستہ یا دیگر کتب حدیث میں کیا حدیث صحیح الاسناد بالاتفاق صریح الدلالۃ مرفوع متصل ہے، جس کا یہ مضمون ہو کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ماہ رمضان میں آٹھ رکعت تراویح پڑھی ہیں۔

11:- حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ماہ رمضان المبارک میں کتنی شب تراویح پڑھی ہیں، جس حدیث میں اس کا ذکر ہے، اس میں تعداد رکعت بیان کی ہیں یا نہیں۔

12:- پورے رمضان میں تراویح پڑھنا کس کی سنت فعلی ہے، صحابہ کی سنت پر عمل کرنا سنت ہے یا نہیں۔

13:- بخاری و مسلم بلکہ صحاح ستہ میں تہجد کی کتنی رکعت مذکور ہیں، ہمیشہ آٹھ رکعت یا کم یا زیادہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات میں کتنی رکعت کا بیان ہے۔

14:- صحاح ستہ میں کسی کتاب میں اکثر اہل علم جمہور صحابہ وتابعین کا تراویح کے متعلق کیا عمل بتایا ہے۔ بیس رکعت یا کم یا زیادہ حضرت شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر جمہور امت کا کیا عمل بتایا ہے۔

15:- کتب حدیث میں بیس تراویح کے متعلق حدیثیں ہیں یا نہیں۔

16:- کسی حدیث کے اسناد میں اگر بعض ضعف ہو تو جمہور امت کے تلقی بالقبول کرنے سے وہ حدیث حجت قابل عمل رہتی ہے یا نہیں۔

17:- صحابہ کرام کے جس قول وفعل میں اجتہاد کو دخل نہ ہو وہ حکم میں مرفوع کے ہے یا نہیں۔ اصولی حدیث میں اس کے متعلق کیا فیصلہ ہے۔

18:- اگر حدیث کا ایسا اسناد ہو کہ بعد کے طبقہ کا ایک راوی ضعیف ہو تو کیا اس سے لازم آتا ہے کہ اس طبقہ سے پہلے محدثین کے نزدیک بھی وہ حدیث ضعیف ہو۔

19:- کیا کسی حدیث کے اسناد صحیح ہونے سے یہ ضروری ہے کہ اس کے متن حدیث پر عمل کیا جائے۔ یا کسی حدیث کے محض اسناد ضعیف ہونے سے لازم آتا ہے۔ کہ وہ حدیث قابل عمل نہ ہو۔

20:- شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی تراویح کی کتنی رکعت بتاتے ہیں ابن تیمیہ نے تراویح کے عدد رکعت کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے، حضور سیدنا قطب الاقطاب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محدث نووی شارح مسلم شریف کتنی تراویح کو مسنون فرماتے ہیں۔

نوٹ: ان سوالات کے جوابات مندرجہ ذیل پتہ پر دیں یہ آپ کو اختیار ہے خواہ آپ ان سوالات کے جوابات تنہا لکھیں یا دوسرے غیر مقلد مولویوں کی مدد مانگ کر لکھیں۔ مگر جوابات پر آپ کے دستخط کا ہونا ضروری ہے، اور باقی غیر مقلد مولویوں کے دستخط کرانے نہ کرانے کا آپ کو اختیار ہے، اگر آپ نے سوالات کے جوابات انصاف سے دیئے تو عدد تراویح کے مسئلہ میں غیر مقلدوں پر حق ظاہر ہو جائے گا اور غیر مقلدوں کی ساری شورش کی قلعی کھل جائے گی، 14 شوال تک اس پتہ پر جواب دیں، (سردار احمد حنفی قادری چشتی، قصبہ دیال گڑھ براستہ دھاریوال ضلع گورداسپور) اور اس مدت کے بعد اس پتہ پر جواب روانہ کریں (بریلی شریف محلہ بہاری پور مسجد بی بی صاحبہ مرحومہ مدرسہ رضویہ اہلسنت و جماعت)

اعلان: جو غیر مقلد صاحب ان سوالات کو دیکھے وہ اپنے ذمہ دار مولویوں تنظیم والے روپڑی غیر مقلدوں سے یا غزنوی غیر مقلدوں سے یا دہلوی غیر مقلدوں سے جوابات لکھوا کر بھیجے جن حنفیوں کو غیر مقلد بیس تراویح کے مسئلہ میں تنگ کرتے ہیں، وہ ان غیر مقلدوں کی دہن درازی کے لئے ان سوالات کے جوابات ان سے طلب کریں۔

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدد کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

سوال نمبر 20:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ بعد از نماز

جمع شہر یا قصبہ میں احتیاط الظہر پڑھنی فرض ہے، یا کہ نہیں، چونکہ ہمارے قصور شہر میں اہلسنت کے دو گروہ دربارہ احتیاط ہیں ایک جماعت تو کہتی ہے، کہ احتیاطی پڑھنی فرض ہے جو شخص احتیاطی نہیں پڑھتا وہ فرض کا تارک ہے۔ اور جو لوگ احتیاطی نہیں پڑھتے وہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ ہمارے مفتی اعظم اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہ احکام شریعت میں فرماتے ہیں، کہ بعد جمعہ نماز ظہر کی حاجت نہیں، اس لئے نہیں پڑھتے اب فریقین میں یہ بات قرار پائی ہے کہ جو فیصلہ حضرت قبلہ مولانا سردار احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ محدث و مفتی اعظم فرماویں اس پر ہم سب کاربند ہونگے، چونکہ آپ ہمارے اہلسنت کے مفتی اعظم ہیں، لہٰذا آپ مہربانی فرما کر ہمارے حاکم بن کر فیصلہ صادر فرما کر مشکور فرمائیں، تا کہ ہماری کشمکش دور ہو جائے، نیز (قرآن شریف کی کسی آیت میں احتیاطی ظہر کا ذکر صراحت سے نہیں۔ اور حدیث شریف میں بھی اس کا صراحۃ نظر سے نہیں گزرا اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کا قول اس کے متعلق کتب متداولہ میں مذکور نہیں، سلطان اسلام اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت عارف باللہ ملاجیون علیہ الرحمۃ تفسیر احمدی میں اس کے متعلق مختصر ذکر فرمایا، اور علماء کے اختلاف کو نقل فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔) آپ یہ بھی فرماویں کہ احتیاط الظہر قرآن و حدیث اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے ثابت ہے یا بعد جاری ہوتی ہے، تو کتنا عرصہ ہوا ہے،

نمبر 2:- جو لوگ احتیاط الظہر نہیں پڑھتے وہ فرض کے تارک اور مستوجب

عذاب ہیں یا کیا۔

نمبر3:- شہر میں احتیاطی فرض واجب ہے کہ نہیں بینوا توجروا از شہر قصور۔

الجواب:-

شہر میں نماز جمعہ پڑھنا فرض ہے، اور احتیاطی ظہر شہر میں پڑھنا ضروری نہیں، خواص پڑھ لیں تو عوام نہ پڑھیں جو شخص یہ کہتا ہے، کہ شہر احتیاطی ظہر نہ پڑھنے والا فرض کا تارک ہے، اس کی بات خلاف تحقیق ہے، خواص کا شہر میں احتیاطی ظہر پڑھنا مستحسن اور مندوب ہے، اور عوام جن کو احتیاطی ظہر پڑھنے سے جمعہ کی فرضیت میں شک ہو تو وہ شہر میں احتیاطی ظہر ہرگز نہ پڑھیں، اور جو عوام ایسے ہوں کہ احتیاطی ظہر پڑھنے سے ان کو جمعہ کی فرضیت میں شک نہ ہو تو وہ احتیاطی ظہر پڑھ سکتے ہیں۔ احتیاطی ظہر کے پڑھنے میں اختلاف نہیں ہے بلکہ اتفاق ہے، ہاں اس کے ضروری ہونے میں اختلاف ہے، ہمارے نزدیک شہر میں پڑھنا ضروری نہیں بلکہ جائز و مندوب و مستحسن ہے۔ ردالمختار حاشیہ درمختار میں ہے۔ وذكر في النهر انه ينبغي الترددفي ندبها على القول بجواز التعدد خروجا من الخلاف انتهى وفى شرح الباقانى هوالصحيح وبالجملة فقد ثبت انه يبغى لاتقياء لهذاالاربع بعد الجمعةلكن بقى الكلام فى تحقيق انه واجب اومندوب، اسی میں ہے۔ ولهذا قال المقد سى نحن لانامر بذالك امثال هذه العوام بل ندل عليه الخواص وبالسبتة اليهم انتهى والله تعالىٰ اعلم۔ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح

وقایہ میں ہے۔استحسنوا ان یصلوا بعد صلوٰۃ الجمعۃ بغیر جماعۃ اربع رکعات بنیۃ اٰخر ظهر ادرکت وقتہ ولم اصلہ وتفصیلہ فی شرح الھدایۃ والمنیۃ والکنز وغیرھا۔

نمبر1:- جو لوگ شہر احتیاطی ظہر نہیں پڑھتے وہ فرض کے تارک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمبر2:- شہر میں احتیاطی ظہر نہ فرض ہے نہ واجب۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 21:-

مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی جو کچھ علم بھی رکھتا ہے، اور ہمارے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں میں کچھ عرصہ سے جمعہ بھی پڑھاتا ہے، لہٰذا علماء دین سے التجا ہے، کہ چھوٹے سے دیہات میں جمعہ پڑھانے کی نسبت مسئلہ فرمادیں کہ کن شرطوں سے جمعہ واجب ہوتا ہے، اور کن شرطوں سے ظہر ساقط ہوتی ہے، ان کی نسبت شریعت کی رو سے بندگان دین فیصلہ دیں کہ آیا یہ درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:-

جمعہ کے فرض ہونے کے لئے شرائط ہیں، جن میں سے ایک شرط شہر یا فنائے شہر (یعنی ملحقات شہر) ہے، لہٰذا گاؤں میں جمعہ فرض نہیں ہے، جس گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا، وہاں قائم نہ کیا جائے، گاؤں میں نماز جمعہ نفل ہوگی، لہٰذا جمعہ کے دن گاؤں میں نماز ظہر پڑھنا فرض ہے، جو شخص گاؤں میں جمعہ کے

دن ظہر نہ پڑھے گا، اس کے ذمہ ظہر کا فریضہ باقی رہے گا، اس نے گاؤں میں نماز چاہے پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر23:-ایک سوال کا جواب:- گاؤں میں شرعاً جمعہ نہیں، اگر علمائے کرام نے فرمایا جس گاؤں میں پہلے سے جمعہ ہو رہا ہو، اس کے بند کرنے میں فتنہ و فساد ہوتا ہو تو فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے جمعہ بند نہ کیا جائے۔ جمعہ بطور نفل ادا ہو جائیگا۔ اس لئے گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر ضروری پڑھے۔ جمعہ چاہے پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو اور جس گاؤں میں پہلے سے جمعہ نہ ہو تو وہاں ہرگز جمعہ کو شروع نہ کیا جائے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر22:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز فجر یا پنجگانہ یا بعد عیدین مصافحہ کرنا یا معانقہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا بالاجر والثواب۔

الجواب:-

ھو الموفق للصواب: ملاقات کے وقت دو مسلمانوں کا آپس میں مصافحہ کرنا یا بعد نماز پنجگانہ مصافحہ کرنا جائز ہے، بلکہ مستحب ہے، طحطاوی حاشیہ درمختار میں ہے، تسجب بالمصافحة بل ھی سة عقب الصلوٰة وعندکل لقی۔ یعنی مصافحہ مستحب ہے بلکہ ہر نماز کے بعد اور ہر ملاقات کے بعد سنت ہے۔ مرقی الفلاح شرح نورالایضاح کے حاشیہ میں ہے، کذاتسجب المصافحة فھی سنة عقب الصلوٰة کلھا، یعنی یونہی

مصافحہ مستحب بلکہ ہر نماز کے بعد سنت ہے، مجمع الانہر میں ہے،
وکذاالمصافحة بل هی سنة عقیب الصلوٰة کلها
وعندالملاةکما قال بعض الفضلاء اور معانقہ کرنا بھی بلاشبہ جائز
ہے، جب کہ معانقہ کرنے والے قمیص یا جبہ پہنے ہوئے ہوں یعنی کپڑے
علیحدہ علیحدہ پہنے ہوئے ہوں۔ درمختار میں ہے،لوکان علیه قمیص او
جبة بلاکراهة بالاجماع ومحجه فی الهدایه وعلیه المتون
خانیہ میں ہے،ان کانت المعانقة من فوق قمیص او جبة جاز
عند الکل حدیث شریف میں ہے،ونهض النبی صلی الله تعالیٰ
علیه وسلم الیٰ عثمان فاعتنقه انت ولی فی الدنیا والآخرة
یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس
تشریف لے گئے، اور ان سے معانقہ کیا اور فرمایا دنیا وآخرت میں تو میرا
دوست ہے، اس حدیث کو محدث حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں نقل کیا
ہے، اور اس موضوع پر کثرت سے حدیثیں مروی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے امام حسن ۔ امام حسین ۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی معانقہ فرمایا جس کو ان حدیثوں کی
تفصیل درکار ہو وہ اعلحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا رسالہ جلیلہ وشاح
الجید کا مطالعہ کرے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب۔

سوال نمبر24:-

ہمارے امام صاحب ان لوگوں کو جو پوری نماز ادا کرنے کے بعد خود دعا

مانگ کر چلے جاتے ہیں کہتے ہیں، وہ شیطان کے بھائی ہیں جب ان کو کہا جائے کہ شہر میں عموماً کاروباری ایسا ہی کرتے ہیں، تو آپ ان کو شیطان کا بھائی فرماتے ہیں، بیچ اس مسئلہ کے اختلاف زیادہ بڑھ رہا ہے، صحیح فتویٰ صادر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :-

نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد بہتر یہ ہے کہ اکٹھے مل کر دعا بھی مانگیں کہ حدیث شریف میں ہے، الدعاء مخ العبادة ، دعا عبادت کا مغز ہے، جس طرح سے مل کر نماز ادا کی ہے، ایسے ہی مل کر دعا مانگیں معلوم نہیں کہ اس مجمع میں اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ کون ہے، کہ جس کے ذریعہ سے نماز و دعا مقبول ہو جائے، لیکن ضروری کاروبار کی وجہ سے اگر کوئی آدمی تنہا دعا مانگ کر چلا جائے تو شرعاً کوئی حرج نہیں ہے جس مولوی صاحب نے تنہا دعا مانگنے والے کو شیطان کا بھائی کہا ہے، اس نے بہت سخت کلمہ کہا ہے، ایک مسلمان کا مسلمان کو بلا وجہ شرعی شیطان کا بھائی کہنا سخت جرم ہے، اس مولوی صاحب پر لازم ہے، کہ توبہ کرے اور اس سے جس کو شیطان کا بھائی کہا ہے معافی مانگے، اور آئندہ کسی مسلمان کو خلاف شرع کلمہ نہ کہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر 25:-

فجر کی نماز باجماعت ادا ہونے کے بعد بلند آواز سے سبحان اللہ الحمد للہ، اللہ اکبر کثرت سے پڑھا جاتا ہے، بعض لوگ جوا کیلے آ کر نماز پڑھتے ہیں، وہ

کہتے ہیں کہ آہستہ پڑھ لیا کرو لیکن اول والے لوگ نہیں مانتے اور آہستہ پڑھنے سے قاصر ہیں، اور اگر وہ حق پر ہیں تو اشتباہ دور فرما کر صحیح فتویٰ صادر فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :-

ذکر جہر یعنی بلند آواز سے ذکر کرنا شرعا جائز ہے، لیکن نمازیوں کی نماز کا خیال رکھا جائے گا، کہ بہت زیادہ آواز سے نہ ہو کہ نمازیوں کی نماز میں خلل آئے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب،

سوال نمبر26 :-

ایک صاحب عرض کرتے ہیں کہ مسجد میں چند لوگ بلند آواز سے قرآن پاک پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ درود شریف بلند آواز سے پڑھتے ہیں، کچھ لوگ نماز پڑھتے ہوتے ہیں، نماز پڑھنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے، یہ قرآن پاک پڑھنا اور درود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا بالا جرالعظیم۔

الجواب :-

مجمع میں چند مردوں کا جمع ہو کر بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا شرعا منع ہے، مسجد میں ہو یا خارج مسجد میں ہو نماز کے وقت ہو یا نماز کا وقت نہ ہو، کوئی آدمی نزدیک نماز پڑھ رہا ہو یا نہ پڑھ رہا ہو، مجمع میں جب آدمی جمع ہوں تو حکم ہے کہ سب آہستہ آہستہ اس طرح پر قرآن مجید پڑھیں کہ ایک کی آواز دوسرا نہ سنے یا ایک آدمی بلند آواز سے قرآن مجید پڑھے اور باقی خاموش

ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھیں درود پاک بلند آواز سے پڑھنا شرعاً جائز ہے، جب کہ کسی کی نماز میں خلل نہ آئے، درود شریف کو بلند آواز سے پڑھنے کو روکنے والے عام طور پر وہابی ہیں، وہ نمازی کی نماز کا بہانہ کرتے ہیں، اصل منشاء مقصود ان کا درود پاک پڑھنے سے بند کرنا ہے، کہ رسول پاک کی یاد نہ کی جائے، ان کو لفظ یا کے ساتھ نہ پکارا جائے، اگر یہ نہیں تو نماز کے فوراً بعد درس دینا کیوں شروع کر دیتے ہیں، اس جگہ لوگوں کی نماز کا خیال نہیں آتا، سلام پھیرتے ہی لاؤڈ سپیکر سامنے رکھ کر اندھیرے میں درس شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ قریب میں بہت سی مساجد میں ابھی جماعت بھی نہیں ہوتی، یہ لوگ لوگوں کی نماز کی پرواہ نہیں کرتے، زور زور سے تقریر کرتے ہیں، اور لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ سے دور دور آواز پہنچاتے ہیں۔ ان کی تقریر سے تو نماز میں خلل نہیں آتا، مگر درود پاک پڑھنے سے نماز میں خلل آتا ہے، ہمارے نزدیک بہتر یہی ہے، کہ اتنی بلند آواز سے درود شریف پڑھ لیں کہ کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ آئے، یعنی بہت بلند آواز سے نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 27:-

مردے کو قبر میں کیسے لٹایا جائے، جواب سے نوازیں، بینوا توجروا۔

الجواب:-

فتاویٰ رضویہ میں ہے، قبر میں داہنی کروٹ پر قبلہ رو لٹایا جائے، کنز الدقائق میں ہے، ویوجہ الی القبلة اس کی شرح مستخلص میں ای یوضع

شقہ الایمن متوجہا الی القبلہ لقولہ علیہ السلام لعلی حین وضع الجنازۃ یاعلی استقبالا ھکذا فی بدائع الصنائع بہارشریعت میں ہے کہ اس کو داہنی کروٹ پر لٹائیں، اس کا منہ قبلہ کو کریں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر28:-

مسجد کے قریب ایک احاطہ ہے جس پر کسی کی ملکیت مخصوص نہیں، عرصہ دراز سے مولوی صاحب امام مسجد وہاں رہتے تھے، اب بھی وہاں نئے مکان تعمیر صرف امام مسجد کے لیے ہوئے ہیں، ان پر زکوٰۃ کی رقم خرچ ہوسکتی ہے، یا نہیں۔ بحوالہ کتب معتبرہ مطلع فرمائیں اور یہ بھی فرماویں کہ وہاں پر امام مسجد ہاشمی رہ سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب:-

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے شرط یہ ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جائے، اس کو اس مال کا مالک بنادیا جائے، مال زکوٰۃ کا مالک وہی ہوسکتا ہے، جو مالک ہونے کا اہل ہو، لہٰذا صورت مسئولہ میں مال زکوٰۃ سے امام مسجد کے لئے رہائشی مکان تعمیر نہیں کرسکتے، اس لئے کہ مسجد اور ضروریات مسجد جس میں امام مسجد کا رہائشی مکان جو اہل محلہ نے امام مسجد کی رہائش کے لئے تعمیر کیا ہے داخل ہے کسی ملکیت میں نہیں ہوتے، بلکہ یہ سب اشیاء سب مسلمانوں کے وقف ہیں، اس لئے اس میں مال زکوٰۃ نہیں لگ سکتا، ہاں مال زکوٰۃ لگانے کا شرعاً ایک حیلہ ہے کہ مستحق زکوٰۃ کو اس مال کا مالک بنادیا جائے۔ پھر وہ آدمی اپنی

مرضی سے وہ رقم مکان کی تعمیر کے لئے دے دے، تو جائز ہے، ملک کے بدلنے سے شئ کا حکم بدل جاتا ہے۔ بخاری شریف میں ہے، حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گوشت کا صدقہ دیا گیا۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا لك صدقة ولنا هدية او كما قال عليه السلام یعنی یہ گوشت اے بریرہ تیرے لئے صدقہ ہے، اور تو وہ گوشت ہماری خدمت میں پیش کر دے تو ہمارے لئے تحفہ ہے، اس حدیث سے صراحۃً یہ ثابت ہوا کہ صدقہ کے مال کو مستحق صدقہ کے مال کا لے کر اور مالک ہو کر سید کے دے سکتا ہے، سید کے حق میں وہ مال ہدیہ وتحفہ ہے، براہ راست سید کو زکوٰۃ دینا ناجائز اور حیلہ شرعی کے ساتھ جائز ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر 29:- ایک سوال کا جواب :

لائلپور میں ایک مجمع کثیر نے چاند اپنی آنکھوں سے دیکھا اس لئے یہاں شرعی ثبوت سے اتوار کے دن روزہ رکھا گیا، جن مقامات پر ابر کی وجہ سے چاند دکھائی نہیں دیا اور نہ ہی چاند ہونے کا شرعی ثبوت ملا تو وہاں کے مسلمانوں پر اتوار کے دن روزہ رکھنا فرض نہ تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند دکھائی دے تو روزہ رکھو اور اگر گرد وغبار ابر کی وجہ سے چاند دکھائی نہ دے تو شعبان کے تیس دن پورے کر لو، رمضان المبارک کے چاند کا ثبوت شرعاً ایک مسلمان یا عورت بالغ عادل یا مستور الحال کی گواہی سے ہو جاتا ہے، جس مقام پر شرعی ثبوت اس طریقہ سے نہیں ہوا، وہاں کے مسلمانوں نے تیس دن شعبان کے پورے کئے اور

اتوار کا روزہ نہیں رکھا۔ انہوں نے حدیث شریف کے مطابق وموافق عمل کیا ،تار، خط، ریڈیو، ٹیلیفون، اخبارات، جنتری کے اعلان سے شرعی ثبوت نہیں ہوتا، چونکہ چاند کا شرعی ثبوت اب مل گیا، لہٰذا عید کے بعد اتوار کے روزہ کی قضا ضروری ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمبر30:- **ایک سوال کا جواب**:

تار، ریڈیو، ٹیلیفون، وغیرہ آلات جدیدہ سے رویت ہلال کا ثبوت شرعاً نہیں ہوتا، لہٰذا آپ کے ہاں جب کہ چاند نظر نہ آیا، اور نہ ہی کوئی شرعی ثبوت پہنچا بلکہ ریڈیو کی خبر پر روزہ رکھا گیا، تو شرعی ثبوت نہ پہنچنے کی وجہ سے اس دن کا روزہ رکھنا شرعاً آپ لوگوں پر فرض نہ تھا۔ وہ دن آپ کے نزدیک مشکوک تھا۔ اور شک کے دن کا حکم یہ کہ ضحوہ کبریٰ یعنی زوال ختم ہونے تک روزہ کی مثل رہیں اگر اس وقت تک چاند کا ثبوت ہوجائے تو رمضان کے روزے کی نیت کرلیں، ورنہ کھاپی لیں۔ درمختار میں ہے، ولا یصومه الخواص ویفطر غیرهم بعد الزوال به یفتی نفیا لتهمة النهی شرعی ثبوت روزہ رکھنے کے لئے ایک مسلمان مرد یا عورت بالغ عادل ہو یا مستور الحال کی گواہی سے ہوگا شک کے دن اگر روزہ رکھ لیا تو ضحوئ کبریٰ کے بعد عوام کھول دیں۔ اور خواص نہ کھولیں۔ تو مولوی صاحب نے جو خود اپنا روزہ توڑا اور خواص کا تڑوایا ہے تو اس نے خلاف شرع کیا ہے، اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے، اور عہد کرے کہ آئندہ شرعی مسئلہ بغیر تحقیق کے لوگوں کو نہ بتائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے، جب کہ مولوی

صاحب سنی صحیح العقیدہ ہواور اگر امام دیوبندی مولوی ہے، تو دیوبندی شان الوہیت اور شان رسالت وشان ولایت میں نہایت بے ادب گستاخ بے باک ہیں، جس سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں، اہلسنت پر دیوبندی مولوی کا قول لازم نہیں اور اہلسنت کی نمازیں دیوبندی اماموں کے پیچھے ہرگز نہیں ہوتیں۔ اہلسنت پر لازم ہے کہ دیوبندیوں سے فتویٰ نہ لیں۔ اور نہ ہی ان کا وعظ سنیں اور نہ ہی ان کے پیچھے جمعہ، عیدین، تراویح، نماز پنجگانہ پڑھیں، دیوبندیوں کی عادت ہے کہ سنیوں کے مقابلے میں سنی عالم دین کو ذلیل ورسوا کرنے کے لئے جھوٹی کاروائی، مکروفریب دغابازی کر لیتے ہیں، مولیٰ عزوجل ان سے بچائے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب۔

سوال نمبر 31:-

بی بی صغراں بیوہ اپنی مرضی کے مطابق اپنی قوم بافندہ میں نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے، نہ ماں ہے، نہ باپ دو برادر موجود ہیں، برادر اپنی مرضی کے مطابق نکاح کرنا چاہتے ہیں، صغراں بی بی اپنی مرضی سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ صغراں بی بی کے شوہر کی فوتگی کو عرصہ تقریباً دوڈھائی سال ہو چکا ہے، اس کی عدت گزر چکی ہے، بینوا توجروا بالاجر والثواب۔

الجواب:-

عاقلہ بالغہ بغیر والی کی اجازت کے خود اپنا نکاح کفو میں کرے گی تو وہ نکاح شرعاً صحیح ہو جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے، الایمہ احق بنفسھا من ولیھا ھدایہ میں ہے، وینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ

برضائها وانما لم يعقد عليها ولي بكراً كانت او ثيباً

کنزالدقائق میں ہے،ونفذ نكاح حرة مكلفة بلاولی ۔صورت

مسئولہ میں مسماۃ صغراں بی بی جبکہ بیوہ ہے، عاقلہ بالغہ ہےاوراس کی عدت

وفات بھی گزرچکی ہے،تووہ اپنی مرضی کے مطابق اپنے کفومیں جہاں چاہے

شرعاً نکاح کرسکتی ہے،مسماۃ مذکورہ کے بھائی اس کی اجازت کے بغیراس کا

نکاح کسی جگہ نہیں کرسکتے۔واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر32:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک متقی

پرہیزگار نے اپنی لڑکی نابالغہ کا عقد نکاح مثلاً زید کے ساتھ کرایااس خیال پر

کہ زید نیکوکار ہے، لیکن نکاح کرنے کے بعد یقینی طور پر معلوم ہوا کہ زید

فاسق تھا۔اب تک بدکردار ہے، یہ نکاح کیسا ہے، لازم ہے یا غیرلازم

۔بینوابالکتاب توجروابالثواب۔

الجواب:-

باپ اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح کسی شخص سے اپنے کفوکے لحاظ سے کردے کفوکی

شرط لگائی ہو، یاوقت عقد یہ سنایا ہوکہ یہ کفو ہے،مگر بعد میں معلوم ہوا کہ کفو

نہیں تولڑکی کے باپ کوحق فسخ حاصل ہے،درمختار میں ہے،اذا شرطو

االكفائة اواخبر هم بها وقت العقد فزوجوها على ذلك ثم

ظهرانه غير كفو كان لهما لخيار مگر بہت سی کتب فقہ میں اس کی

تصریح ہے کہ ایسا نکاح باطل ہے،تونکاح گویاسرے سے ہواہی نہیں۔جب

کہ نکاح ہوا ہی نہیں تو فسخ کی کیا ضرورت ہے، ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے، فالنکاح باطل بالاتفاق اگرچہ اس عبارت نے باطل کے معنی میں تاویل کی ہے۔ اس کے معنی سیبطل کے ہیں، جیسا ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے، مامر عن النوازل من ان النکاح باطل معناہ انہ سیبطل کما فی الذخیرہ مگر ظاہر یہ ہے کہ شوہر کی طرف سے اگر ولی کو دھوکا دیا جائے تو اس صورت میں نکاح مطلقاً باطل ہے، ردالمحتار میں ہے، الظاھران یقال لایصح العقد اصلاکما فی الادب انما جن و سکران الخ اس مسئلہ کی تفصیل درکار ہو تو اعطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کی طرف رجوع کیا جائے، اس میں اس مسئلہ کی تفصیل درج ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 33:-

عمرو کی شادی ایسی جگہ ہوئی، جہاں کے مولوی صاحب کم علم رواج کے مطابق اس طرح نکاح پڑھاتے ہیں کہ مومنوں کی لڑکی کا نکاح فلاح بن فلاں سے کر دیا کیا قبول ہے، اس میں نام نہیں لیا گیا، لڑکے کو پہلے تو پتہ بھی نہ ہوا، اور قبولیت صرف ایک بار اور لڑکی کو کلمے نہیں پڑھائے لڑکی سے جب اجازت لی جاتی ہے تو وہ نہ ہاں کرتی ہے، اور نہ نا کرتی ہے، تو کیا شرعاً نکاح ہوگیا، جب طلاق میں تین دفعہ ضروری ہے تو نکاح اقرار ایک طرف خاموشی دوسری طرف ایک قبولیت سے مکمل ہوگا اگر نہیں اور نکاح کرانے والے مکمل سمجھیں تو کیا سلب کا سب زنا ہوگا، اور بچے کس صورت میں اگر لڑکی کی شرم کی

وجہ سے نکاح کے وقت زبان سے اقرار نہیں کرتی تو کیا وجہ ہے کہ کوئی مجبوری
میں منافقاً مرزائیوں سے کام نکال لے تو بھی مسلمان نہ رہے، اور اسکا نکاح
ٹوٹ جائے حالانکہ دونوں حالتوں میں ان کی تصدیق ہے۔

الجواب :-

نکاح میں لڑکی کا نام ضروری نہیں، بلکہ اس کا تعین ضروری ہے، جیسے فلاں بن
فلاں کی سب سے بڑی لڑکی یا سب سے چھوٹی یا بڑی سے چھوٹی یا چھوٹی
سے بڑی اگر خاوند کو اس کی دلہن کا نام معلوم نہ ہو تو بھی کوئی بات نہیں، ہاں
خاوند کے نزدیک بھی اس لڑکی کا تعین ضروری ہے، نکاح میں لڑکی یا لڑکے کی
طرف سے ایک دفعہ ایجاب وقبول ہونے کافی ہے، تین دفعہ ایجاب وقبول
کراتے ہیں۔ یہ بطور تاکید ہے، ضروری نہیں۔ شوہر تین طلاق کا مالک ہوتا
ہے، شوہر اگر اپنی بیوی کو ایک طلاق دے تو ایک واقع ہوتی ہے، اور اگر دو
دے تو دو اگر تین دے تو تین طلاقیں ہوتی ہیں، ایسا نہیں کہ تین دے تو ایک
واقع ہو، ایجاب وقبول اور چیز ہے، اور طلاق دینا اور چیز ہے، لڑکی کنواری
سے اس کا ولی یا ولی کا وکیل یا قاصد نکاح کی اجازت کے لئے گیا تو وہ
خاموش رہی تو اس کا خاموش رہنا شریعت میں اقرار کے قائم مقام ہے، جیسا
کہ حدیث شریف میں ہے لڑکی ثیبہ یعنی لڑکی اگر کنواری نہ ہو تو اس کو زبان
سے اقرار کرنا ضروری ہے، کلمہ کفر ایسی چیز ہے کہ جب انسان کسی اپنے
فائدے کے لئے اور غرض کی بناء پر کہہ دے تو انسان شرعاً کافر ہو جاتا ہے،
اور اس پر احکام کفر کے جاری ہوتے ہیں، شریعت مطہرہ نے منافقت،

غداری، خیانت، کذب بیانی، دروغ گوئی کو مٹایا ہے، نکاح کے وقت باکرہ یعنی کنواری لڑکی کا نکاح کی اجازت لیتے وقت خاموش رہنا منافقت نہیں ہے، کفر نہیں ہے، بلکہ نکاح کی رضا و اجازت ہے، اور ظاہر مرزائی قادیانی بننا، سکھ، ہندو، انگریز بننا یہ اسلام سے کھلی دشمنی ہے، مولیٰ عزوجل اخلاص و ایمان دیانت، امانت ظاہری باطنی دین کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔ لڑکے لڑکی کو نکاح کے وقت کلمے پڑھانا ضروری نہیں، جب کہ وہ پہلے مسلمان ہیں کلمے پڑھانا تو ایمان کی تازگی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر34:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو کی دو بیویاں ہیں، مریم، ہندہ۔ ہندہ کی بیٹی خدیجہ سے زید نے نکاح کیا۔ زید خدیجہ کی موجودگی میں مریم سے نکاح کرنا چاہتا ہے، حالانکہ زید کا مریم کے ساتھ کوئی اور رشتہ نہیں، جس کیوجہ سے حرمت ثابت ہو، بینوا تو جروا۔

الجواب:-

اس مسئلہ کے جواب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ سوتیلی ساس سے نکاح کرنے کے متعلق کیا حکم ہے تو جاننا چاہئے، ساس کی حرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ زوجہ کی ماں ہے، بلکہ اس لئے ہے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے، سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں لہٰذا اس کی حلت میں شبہ نہیں، سوتیلی ساس سے بلا شبہ نکاح شرعاً جائز ہے، دوسری بات یہ ہے کہ وہ دو عورتیں کہ ان میں سے جس ایک کو بھی مرد فرض کریں دوسری اس کے لیے حرام ہو ایسی دو عورتوں کو نکاح

میں جمع نہیں کرسکتا، جیسا کہ خالہ، بھانجی، اگر خالہ کو مرد فرض کریں تو ماموں بھانجی کا رشتہ ہوگا، اگر بھانجی کو مرد فرض کریں تو بھانجے خالہ کا رشتہ ہوگا، اس لئے خالہ بھانجی، کو نکاح میں جمع کرنا شرعاً حرام ہے، اور اگر دو عورتیں ایسی ہوں کہ ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس کے لئے حرام ہو، اور اگر دوسری کو مرد فرض کریں تو پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو جمع کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، اب صورت مسئولہ کہ اگر اس مرد مسمی زید کی بیوی کو مرد فرض کریں، تو اس مرد کا سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے، لیکن اگر اس مرد مسمی زید کی سوتیلی ساس کو مرد فرض کریں تو ان کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں، حاصل جواب یہ کہ صورت مسئولہ میں برتقدیر صادق سائل زید کا نکاح خدیجہ کی موجودگی میں بلاشبہ جائز ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔ الجواب صحیح صورت مسئولہ میں زید کا نکاح اور خدیجہ کی سوتیلی ماں دونوں سے شرعاً جائز ہے، ان دونوں کا نکاح میں جمع کرنا منع نہیں ہے، حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مولیٰ علی شیر خدا کی صاحبزادی زینب بنت فاطمہ سے اور مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری بیوی لیلیٰ بنت مسعود سے نکاح کیا، دونوں کو نکاح میں جمع کیا، بخاری شریف کتاب النکاح میں ہے وجمع عبدالله ابن جعفر بين ابنة على وامراة على، لیجئے صورت سوال کا جزئیہ بخاری شریف میں مل گیا۔ والحمد اللہ واللہ تعالیٰ رسولہ الاعلیٰ واحکم بالصواب۔

سوال نمبر 35:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان مرد کی شادی عیسائی عورت سے ہوسکتی ہے، جب کہ عیسائی خیال کی ہے اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا تصور کرتے ہیں، بینوا توا جروا۔

الجواب:-

بہار شریعت میں ہے یہودیہ اور نصرانیہ سے مسلمان کا نکاح ہوسکتا ہے، مگر چاہئے نہیں کہ اس میں بہت سے مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے، (عالمگیری وغیرہ) مگر یہ جواز اسی وقت تک ہے جب کہ اس مذہب یہودیت یا نصرانیت پر ہو، اگر صرف نام کے یہودی یا نصرانی ہوں اور حقیقۃً نیچری اور دہریہ مذہب رکھتی ہو، جیسے آجکل عموماً نصاریٰ کا کوئی مذہب ہی نہیں تو ان سے نکاح نہیں ہوسکتا، اور نہ ان کا ذبیحہ جائز بلکہ ان کے ہاں ذبیحہ ہوتا ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب۔

سوال نمبر 36:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان کی شادی مرزائی عورت سے ہوسکتی ہے، جب کہ قرآن، حدیث طریقہ عبادت ایک ہی ہے، مرزائیوں کے علاوہ دوسرے فرقوں نے بھی بہت سی تاویلیں بنا رکھی ہیں، مگر رسالت اعلیٰ سے انکار نہیں کرتے، مرزائیوں اور دیوبندیوں کی کتابوں میں تحریر ہے، کہ سرور دو عالم خاتم النبیین کے درجہ اعلیٰ کی بنا پر اس مرزائیوں کے خیال میں مرزا مسیح یا مہدی ہے، دیوبندیوں کے خیال سے کوئی اور نبی آجائے تو جناب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خاتم النبیین پر کوئی اثر نہیں

پڑتا، اور کلمہ اور سنت محمدی بتاتے ہیں تو کیا دیو بندی عورت سے بھی شادی کرنی ناجائز ہے، بینوا توجروا۔

الجواب:-

مرزائی قادیانی یا لاہوری عقیدے والی عورت سے نکاح شرعاً جائز نہیں، کیونکہ مرزائی قادیانی ہوں یا لاہوری، کافر و مرتد ہیں، یونہی جس عورت جس عورت کا یہ عقیدہ ہو کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی شرعاً پیدا ہوسکتا ہے، حضور علیہ السلام کی شان میں بے ادبی و گستاخی جو بھی کرے کافر ہے، اسلام سے خارج ہے، دیو بندی ہو یا دوسرا۔ دیو بندی عورت سے بھی شرعاً نکاح نہیں ہوتا، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 37:-

زید نے اقتصادی حالات کو انتہائی کمزوری و ملازمت وجگہ رہائش نہ ملنے کی مایوسی سے مرزائی کو دوست بنایا، اس کے پاس رہائش اختیار کی، اور اس دوست نے دوسرے مرزائیوں کے اصرار پر زید سے اپنے بیعت فارم پر دستخط کروائے، زید بظاہر مرزائی ہوا اور ان کے ساتھ نمازیں بھی ادا کیں، اس خیال سے کہ نماز خدا کی، اور الفاظ قرآن کے ہیں کیا فرق ہوگا، اپنے آپ کو اس مدت میں مسلمان ہی تصور کرتا رہا، ملازمت ورہائش وجگہ ملنے کے بعد زید نے مرزائیوں سے قطع تعلق کر دیا تو کیا وہ مسلمان رہا اور اس کا نکاح بیوی سے قائم رہے گا اگر نہیں تو دوبارہ ہوسکتا ہے، یا حلالہ کی ضرورت ہوگی، اگر نہیں تو نکاح کی صورت میں اسے عدت کے ایام کا خیال رکھنا

پڑے گا، اور وہ عرصہ کہ جب تک وہ نکاح نہ کرے، یا بہت عرصہ پہلے گزر چکا ہے، اس کا کفارہ ادا کرے، زید نے یہ معاملہ آجکل کسی کو نہیں بتایا، اس کے والدین بچے بیوی سب بے خبر ہیں نکاح ٹوٹ جانے کی صورت میں جیسا کہ زید نے بتایا اس کے مندرجہ بالا فعل سے قبل اس کی بیوی حاملہ تھی اور اس فعل کے بعد اس کو بیوی سے ملنے کا اتفاق ہوا اور اس نے بیوی سے مجامعت بھی کی کیا وہ بچہ جو ڈیڑھ دو ماہ کے بعد پیدا ہوا حرامزادہ نہ ہوگا، اور اس کے دو بچے اور ہیں، وہ کس صورت میں سمجھیں، زید اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا رہا ہے، اور نکاح کو بھی درست سمجھتا رہا، بیوی کو علم نہیں ہے، اس قسم کے بچوں کا نکاح مسلمان مرد یا عورت سے ہوسکتا ہے، ایسے بچے وراثت کے حقدار ہونگے، یہ معاملہ تھا، چار برس بعد اور دوستوں پر ظاہر ہوا ہے، اور دوستوں کی بحث انتہائی پیچیدہ سمجھی گئی ہے جس کا ذکر کردیا گیا، یہ اور ضروری سمجھا گیا کہ کسی ایسے مفتی سے اس کا فیصلہ ہو، اس معاملہ میں شریعت مجرم کی بھول غلطی یا کم علمی کی جس حد تک بھی حمایت ہوسکے، بہت غور سے فتویٰ سے مستفیض فرماویں، زید اس بحث سے نفسانی طور پر بیمار ہوگیا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب:۔

زید سے جبکہ مرزائی کے بیعت فارم پر دستخط کرائے تو زید کافر و مرتد ہوگیا، زید اسلام سے باہر ہوگیا، اور مرزائی ہوگیا، اس کی نماز شرعاً نماز نہیں اور اسکا اپنے آپ کو مسلمان تصور کرنا غلط اس کی بیوی نکاح سے باہر اس کی بیوی اگر

زید مرزائی ہونے پر بے خبر رہی تو وہ معذور ہے، زید کی بیوی کو جو حمل زید
کے مرزائی ہونے سے پہلے ہوا اس حمل سے جو بچہ پیدا ہوگا۔ وہ جائز اولاد
سے ہے، زید نے مرزائی بننے کے بعد جو مجامعت کی تو قطعاً حرام مگر جو بچہ
ڈیڑھ دو ماہ کے بعد پیدا ہوا تو اس بچہ کو حرامزادہ نہیں کہا جائے گا، کیونکہ اس
بچہ کا وجود اس کے مرزائی ہونے سے پہلے ہو چکا تھا۔ ہاں اس نے جو
مجامعت کی وہ حرام ہے، پہلے بچے کے بعد جو دو بچے پیدا ہوئے وہ حرام اور
زنا کے ہیں، کیونکہ نکاح ٹوٹ چکا تھا۔ اس لئے وہ دو بچے حرامکاری، وزنا و
بدکاری سے ہوئے اور اس کے بچے بچیاں مسلمان رہیں گے، تو ان کا نکاح
مسلمان عورت مسلمان مرد سے جائز ہے، ایسے بچے جو حرامکاری و بدکاری
سے ہیں وہ ثابت النسب نہیں ہیں، ان کا چونکہ شرعاً باپ نہیں لہٰذا ایسے بچے
ماں کی وراثت کے حقدار ہیں، ماں کے توسط سے جتنے رشتہ دار ہونگے
شریعت کے مطابق ایسے بچے ان رشتہ داروں کے ورثاء ہونگے، ان کی
وراثت کے شریعت کے مطابق حقدار ہونگے، مسئلہ صورت واقعی پیچیدہ ہے،
اور اس پیچیدگی کا حل یہ ہے کہ وہ شخص جلد از جلد مرزائی مذہب سے توبہ
کرلے نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھے تجدید اسلام کرے حرامکاری سے
توبہ کرے، تو اس کے بعد اپنی سابقہ بیوی سے دوبارہ نکاح کرے، حلالہ
کرنے کی یا عدت گزارنے کی اس میں ضرورت نہیں۔ دو مسلمان گواہوں
کے سامنے اس شخص میں اور اس کی بیوی میں ایجاب وقبول ہو جائے، یا کسی
نکاح پڑھانے والے مسلمان سے شرعی گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول

کرائے تو نکاح ہو جائے گا۔ اس شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی سے معافی مانگے، کیونکہ اس نے اپنی سابقہ بیوی کی عصمت دری کی ہے، اس سے حرامکاری کی ہے، اور اس بیچاری کو شوہر کے مرزائی ہونے کا علم نہیں، چونکہ وہ لاعلم رہی لہٰذا اس حرامکاری کی وجہ سے وہ گنہگار نہ ہوئی مگر اس شخص کا عذر جہالت ایسے قضیہ میں مقبول نہیں توبہ کرے مسلمان ہو جائے، اپنی بیوی سے دوبارہ شریعت کے مطابق نکاح کرے بس قضیہ ختم ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 38:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکر کی بارات جب اس کے سسرال پہنچی تو اس وقت معلوم ہوا کہ بکر آباء واجداد و دیگر اعزہ مرزائی ہیں، لڑکی والوں نے نکاح دینے سے انکار کیا، بے عزتی یا حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے بکر سے کہلوایا گیا، کہ وہی خیال ہے جو اہلسنت کا مرزائیوں کے خلاف ہے، اور نکاح کر دیا گیا، بکر بعد میں کیا رہا، پتہ نہیں کیا یہ نکاح درست رہا یا کہ نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب:- بکر جب کہ مرزائی تھا تو لڑکی والوں پر فرض تھا کہ اس سے توبہ کراتے اسے کلمہ پڑھاتے اس کو مسلمان کراتے قادیان دجال سے بیزاری کراتے، صرف اتنی بات کہنے سے مرزائیوں کے خلاف بکر کا وہی خیال ہے جو اہلسنت کا ہے، صرف اتنی بات سے اس کی توبہ قبول نہ ہوگی، تو نکاح کیسے درست ہوگا۔ اور اگر بکر کو نکاح کے وقت مسلمان کر لیا تھا تو نکاح درست ہے

،واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمبر39:-ایک سوال کا جواب :

جس عورت کا نکاح پہلے ہو چکا ہو جب تک اس کا شوہر اس کو طلاق نہ دے او رعدت نہ گزرے جب کہ عورت مدخول بہا ہو، یا عورت فوت ہو جائے اور عدت نہ گزرے اس عورت کا نکاح دوسری جگہ ہر گز نہیں ہوسکتا اگر چہ دھوکے سے نکاح کر دیا گیا ہو، ایسا جعلی نکاح ہونے کے بعد اس بناوٹی شوہر اور جعلی بیوی پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں، اگر غیر کی بیوی سے نکاح کرلیا جائے اور اس مرد کو اس عورت کے پہلے نکاح کا علم نہ ہوتو یہ نکاح فاسد ہے، لیکن جو اولاد ہوگی صحیح ہے، کہ اولاد کا نسب اس آدمی سے ثابت ہوگا، جب کہ وقت دخول سے چھ ماہ کے بعد اولاد ہو، درمختار حاشیہ درج میں ہے، (نکاهما فاسد)........ ونكاح امراة الغير بلا علم بانها متزوجة اور نیز اس میں ہے، ثم الحكم انه ذكرفي البحرهناك انه تعتبر مدت النسب وهي ستة اشهرمن وقت الدخول عبد محمد وعليه الفتوى.......... والمشائخ افتوبقول محمد صورت مسئولہ میں جب ظاہر ہو گیا کہ اس عورت کا نکاح پہلے جبکہ تھا، تو اس مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں، لیکن جو اولاد وہ اس آدمی کی ہے، اور اس عورت کے ان بچوں کی پرورش کے اخراجات اس مرد پر ہیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر40:- ایک سوال کا جواب :

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمرہ جونیہ کلابیہ سے نکاح فرمایا اور اسما بنت نعمان جونیہ کفد یہ سے نکاح فرمایا، مواہب الدنیہ اور اس کی شرح زرقانی میں ہے، الثالثة عمره بفتح العين بنت يزيد ابن الجون بفتح الجيم الكلا بيه وقيل عمره بنت يزيد بن عبيد ابن اوس بن كلاب الكلابيه وقال ابو عمر بن عبدالبر هذا اصح فی نسبها تزو جها صلى الله تعالىٰ عله وسلم (الى ان قال) فطلقها اور نیز مواہب لدنیہ وزرقانی میں ہے، الرابعة اسماء بنت نعمان بن جون وهى الجونة وردى البخارى ان بنت الجون لماادخلت عليه صلى الله عليه وسلم ودنا امنها قالت اعوذ بالله فقال لها لقد عذت بعظيم الحقى ياهلك قال ابو عمر ابن عبدالبرا جمعو اعلى ان رسو ل الله صلى الله عليه وسلم تزو جها نیز اسی میں ہے، قيل اسمها اميمة بنت شرجيل فلما ادكلت عليه سبط يده اطيها فكانها كرهت ذلك نامر يا اسيدان يحضر ها ويكسوها ثوبين الخ مواہب لدنیہ صفحہ 262 جلد 3 مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمرہ جونیہ سے نکاح فرمایا اور اسماء جونیہ یا امیمہ یا امامہ سے نکاح فرمایا ان کے نام میں اختلاف ہے، بعض فرماتے ہیں ان کا نام اسماء ہے بعض فرماتے ہیں امیہ

بعض فرماتے ہیں امامہ اسی لئے ان تینوں ناموں کا ذکر ایک ہی جگہ کیا ہے، جب نکاح ثابت ہے تو پھر کیا اعتراض۔ شیعہ روافض کی زیادتی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔

مکرمی مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مولوی عبدالغنی صاحب کی طرف آپ نے جو خط ارسال کیا تھا، اس کا مطالعہ کیا، اس میں آپ نے جن شبہات کا ذکر کیا ان کا جواب ذیل میں عرض کیا جاتا ہے، اس کا بنظر غائر مطالعہ کریں، بخاری شریف کتاب الطلاق صفحہ 76 جلد 2 حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمائی، اس پر شیعہ بے دین نے اپنی کم فہمی اور کور باطنی سے جو اعتراض کیا اس کا جواب تسلی بخش، تسکین دہ روانہ کیا گیا، اس جواب کو اور بخاری شریف کو اگر شیعہ ایمانی نظر سے دیکھتا اور آپ بھی غور سے مطالعہ کرتے تو تسلی پاتے، اور شبہات میں نہ پڑتے جواب میں مواہب لدنیہ زرقانی کے حوالوں سے بتایا گیا تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جونیہ امیمہ بنت النعمان بن شرجیل سے نکاح فرمایا پھر طلاق دے کر زوجیت سے خارج فرمایا، شیعہ بے دین اور آپ پر لازم تھا کہ جب زرقانی کے حوالہ سے نکاح پر علماء کے اجماع واتفاق کا ذکر کیا گیا تو اس اجماع کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے، اور اپنی توہمات باطلہ کی پیروی میں اجماع علماء کی بے قدری نہ کرتے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اجماع دین میں یقینی حجت ہے، آپ نے اپنے خط میں یہ شبہ پیش کیا کہ نہ راوی حدیث نے

نکاح کا ذکر کیا، اور نہ امام بخاری نے تو اس سے ثابت کیا کہ نکاح ہوا ہی نہیں سراسر غلط ہے، چند وجوہ سے اعتبار کے نا قابل التفات

1 :- عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں امام بخاری و راوی حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اگر آپ کے خیال میں نکاح کا ذکر نہیں فرمایا تو کیا حرج ہے، جس مسئلہ پر اجماع و اتفاق ہے اس کا ہر کتاب میں مذکور ہونا کیا ضروری، عدم ذکر سے عدم وجود سمجھنا کہاں کی عقلمندی نظم قرآن میں تو تعداد رکعات نماز، مقادیر زکوٰۃ ذکر نہیں کیا گیا، تو کیا جناب کے خیال میں تعداد رکعات کا نفس الامر میں وجود نہیں، نفس الامر میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم وبیش ہیں مگر قرآن کریم کے نظم میں سب کا ذکر نہیں تو کیا مذکورین فی القرآن کے علاوہ سب کے وجود سے آپ منکر ہیں، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

2 :- طلاق نکاح کی فرع ہے، نکاح کے بغیر طلاق کا کوئی مفہوم ہی نہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو کتاب الطلاق میں ذکر فرما کر اس امر کو واضح کر دیا کہ میرے نزدیک بھی یہ عورت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کے شرف سے نوازی گئی، نیز اس حدیث سے پہلے حدیث (جس کی روایت حضرت ام المومنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمائی) میں صراحۃ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت جونیہ کو الحقی باھلک فرما کر طلاق بائنہ دی، اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ عورت حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی منکوحہ نہیں تھی تو الحقی باھلک کی روایت کا کیا مطلب بنے گا، بغیر نکاح بھی طلاق ہوا کرتی ہے، اس عورت کو اگر قبل دخول طلاق دی جائے تو وقت عقد یا بعد عقد اگر مہر کا تعین نہ ہوا ہو تو کپڑوں کا ایک جوڑا دینا واجب اور تعین کے ہونے کی صورت میں مستحب امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث میں ذکر فرمایا ،اکسھا رازقین والحقھا باھلھا ۔اے ابوسعید اس عورت جونیہ کو کپڑوں کا جوڑا دے کر اس کے اہل تک پہنچا دو اگر یہ عورت حضور علیہ السلام کی منکوحہ نہ تھی تو جوڑا دینے کا کیا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جوڑا محض تبرع کے طور پر دیا گیا ہو لیکن یہ دیگر دلائل نکاح قائم ہونے کی وجہ سے وجہ مذکور پر محمول کرنا ہی انسب والیق ہو۔

3:- آپ کا یہ کہنا کہ امام بخاری اور راوی حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نکاح کا ذکر نہیں کیا وانتم سکاری کو چھوڑ کر لا تقربوا الصلوٰۃ کی رٹ لگانے کے مترادف ہے، کیونکہ بخاری شریف کی اس حدیث کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صراحۃً نکاح کا ذکر فرمایا، الفاظ حدیث کے یہ ہیں، تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم امیمۃ بنت شراجیل بخاری صفحہ 790 جلد 2۔ آپ نے حدیث کے ابتدائی الفاظ کا مطالعہ تو کرلیا اور حدیث کے دوسرے ٹکڑے کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے بخاری شریف پر اعتراض جڑ دیا۔ رہا یہ شبہ کہ اگر نکاح ہو چکا تھا تو اس عورت نے اعوذ باللہ منک کیوں کہا جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ آپ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عامۃ الناس کی مثل

سمجھ کر یہ اعتراض کیا کہ جیسے ماوشما نکاح میں ایجاب وقبول کے اور عورت یا اس کے ولی کی اجازت کے محتاج ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی ہیں۔ حالانکہ یہ عقل ونقل کے خلاف ہے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہان کے مالک باذن اللہ ہیں، سارا جہان اور ساری خدائی حضور کی مملوک، مالک مملوک سے اجازت نہیں لیتا، جب چاہے جہاں چاہے اپنی مملوک اشیاء میں تصرف کرے، سرکار دوعالم جس عورت سے نکاح فرمانا چاہیں اس کی یا اس کے ولی کی اجازت کے قطعاً محتاج نہیں۔ عورت میں رغبت فرمانا ہی آپ کے حق میں نکاح ہے، عورت کو اس کا علم نہ ہو یا عمدۃ القاری شرح بخاری صفحہ 534 جلد 9 پر ہے، له صلى الله عليه وسلم ان يتزوج من نفسه بلا اذن المرأة دوليها ، اسی طرح علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا حاشیہ نمبر 11 بخاری صفحہ 790 جلد 2 جب یہ امر ثابت مرھن ہو چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور خود عورت سے اجازت لئے بغیر اپنا نکاح فرما سکتے ہیں، تو کیا بعید کہ یہ نکاح بھی اسی طریق پر ہوا ہو۔ اور عورت نے نکاح کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچاننے کی بنا پر اس قسم کا روکھا جواب دیا ہو، چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری میں صفحہ 535 جلد 9 پر تصریح فرماتے ہیں، لم تعرف النبي صلى الله عليه وسلم وكانت بعد ذلك تسمى نفسها بالشقية ۔ اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا ہی نہ تھا، اور بعد میں یہ اپنے آپ کو بدبخت کہا کرتی تھی، بخاری

شریف صفحہ 542 جلد 2 میں ہے، کہ اس عورت نے جب یہ جواب دیا تو

اس سے پوچھا گیا، اتدرین من هذا قالت لا قالوا هذا رسول الله

صلی الله علیه وسلم ، کیا تو جانتی ہے، کہ یہ کون ہیں عرض کی نہیں،

فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں پھر عورت نے کہا انا اشقی

من ذلك

میں تو پھر بڑی بد بخت ہوئی کہ آپ کی ذات اقدس کو اس قسم کا جواب دیا،

اور شرف زوجیت سے نوازے جانے کے بعد محروم القسمۃ بنی۔ رہا آپ کا

یہ اعتراض کہ اگر نکاح ہو چکا تھا، تو آپ نے هبی نفسك کیوں فرمایا سو

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے طلب اجازت برائے نکاح مقصود نہیں بلکہ

اخلاق کریمانہ کے طور پر محض اس عورت کے دل کو خوش کرنے کے لئے یہ

الفاظ استعمال فرمائے تا کہ یہ سمجھے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے

اس قدر مقبول بارگاہ بنایا ہوا ہے، کہ باوجودیکہ میں محض آپ کے ارادہ و

رغبت سے منکوحہ ہو چکی ہوں پھر بھی آپ مجھ سے فرماتے ہیں، هبی

نفسك چنانچہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تطیبا لقلبها، حاشیہ

بخاری نمبر 11 صفحہ 290 جلد 2 عمدۃ القاری صفحہ 734 جلد 9 پر بھی یہ

مضمون موجود ہے کہ ہبی نفسک. طلب اجازت نکاح نہیں فرمایا بلکہ تطییب

قلب کے لئے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے، کہ ہم جو صدقات واجبہ یا نافلہ اہل

حاجت کو فی سبیل اللہ دیتے ہیں، اس سے ہمارا مقصود صدقہ واجبہ میں بری

الذمہ ہونا اور نافلہ میں صرف ثواب حاصل کرنا ہے، کسی کو فرض کے طور پر

ہرگز نہیں دیتے، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اسے قرض فرمایا ہے،
فاقرضوا الله قرضا۔ من ذالذی یقرض الله قرضا حسنا۔ یہ
بھی محض تطیب قلب کے ہے، آپ نے سوقیہ کا معنی بازاری شخص کیا ہے،
حالانکہ یہ ترجمہ لفظ سوقی کا ہے، سوقیہ کا معنی رعیت ہے، واحد ہو یا جماعت
ہکذا کتب شیخنا شیخ المحدثین قدوۃ العارفین العلامہ ابوالفضل محمد سردار احمد
القادری الرضوی الچشتی البریلوی لازالت شموس افضالہ طالعۃ علی حاشیہ
البخاری سید الکریمہ جونیہ امیمۃ بنت النعمان جونیہ صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ
عنہا ان سے حضور علیہ السلام کی شان میں قصداً گستاخی نہیں ہوئی کہ گرفت
ہو، آپ کو نہ پہچاننے کی وجہ سے خطا ہوئی بعد میں بے حد نادم اور شرمندہ
ہوئیں، اور اپنے آپ کو بدبخت کے الفاظ سے یاد فرمانے لگیں، ان کی شان
میں یا ان کے علاوہ کسی اور صحابی یا صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں
گستاخی تبرا ہے، اور گستاخی کرنے والا رافضی مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ
نے اس خط میں شبہات کے ضمن حضرت جونیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بے
ادب اور بے تہذیب نالائق جیسے ناپاک وملعون الفاظ کہہ کہ اپنے رافضی
ہونے کا ثبوت دیا۔ مولانا غوث بخش صاحب (اللہ تعالیٰ آپ کو سنی بنائے
روافض کے ناپاک خیال سے بچائے)، یہ کام تو شیعہ ملعونہ کا ہے، یا وہابیہ،
دیابنہ مخذولہ کا کہ صحابہ کرام ومحبوبان حق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی شان میں
ان کے مقدس خیالات کو قلت فہم کی بنا پر سمجھنے کے لئے فوراً اعتراض جڑ کر
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب بنتے

ہیں، آپ کو چاہئے تھا کہ شیعہ ملعون کو راغب الی السنۃ کرتے نہ کی اس کی محبت کے اثر سے خود اس کی طرح صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی کر بیٹھتے، آپ کے دادا کی شان میں آ کر آپ کے والد صاحب کوئی بے ادبی کا کلمہ کہدیں تو میرے خیال میں اگرچہ آپ کے والد نے قصداً ایسا کیا ہو اور شرمندہ بھی نہ ہوئے ہوں تو بھی آپ اپنے والد صاحب کو ان کے احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے، ایسے ملعون الفاظ سے یاد نہ کریں گے۔ تو یہ کیا وجہ ہے کہ ایک صحابیہ کی شان میں گستاخی کر کے حق و دیانت کا خون کر رہے ہیں، پھر کہاں آپ کے باپ کی عزت اور کہاں صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی، لاکھوں عزتیں اور کروڑوں شرافتیں صحابیہ کی خاک پا پر قربان و نثار ہیں، اب مضمون کو ختم کر کے آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ ضرور اور جلدی توبہ کریں، اللہ تعالیٰ توفیق دے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر 41:- ایک سوال کا جواب :

صورت سوال سے ظاہر یہ ہے کہ اس نکاح خواں کو یہ علم تھا کہ موقع ضرور محل اشباہ ہے، اس مولوی نکاح خوان نے بار بار تکرار کیا، اس عورت کے رشتہ دار سابقہ نکاح پر متفق ہیں تو مولوی صاحب کو ضرور احتیاط برتنا تھا، دوسرا نکاح ہرگز نہ پڑھانا تھا۔ یہ اس مولوی نے بڑی سخت غلطی کی اور اپنی عزت کو خود خطرے میں ڈالا اس مولوی پر لازم ہے کہ اپنی اس ناجائز حرکت سے توبہ کرے، ورنہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اگر نکاح خواں مولوی تفتیش کرے اور اسے اطمینان بھی ہو جائے اس کا پہلے نکاح نہیں تو اس صورت میں نکاح

پڑھنا جرم نہیں۔ مگر جب کہ اس کا چرچا ہو کہ اس عورت کا پہلے نکاح ہے تو اس صورت میں احتیاط لازم ہے، اور اس مولوی نکاح خواں نے احتیاط نہیں کی، نکاح نہیں ہے، یہ نفی ہے، اور نفی پر گواہی گزارنے کا کیا مطلب اور اگر وہ مولوی دیوبندی ہے، وہابی عقیدے کا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز جائز نہیں نمازیوں پر لازم ہے کہ سنی صحیح العقیدہ پابند شریعت مطہرہ کو امام رکھیں اور اس کے پیچھے نمازیں ادا کریں، اور صورت مذکورہ میں اگر گواہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے تو ان پر لازم ہے کہ توبہ کریں، جھوٹی گواہی دینے والا سخت گنہگار ہے، اور مستحق نار ہے، اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرمائے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 42:-

ایک لڑکی نے خود بخود اپنا نکاح کرلیا، یہ نکاح ہوا یا نہیں بالغہ لڑکی کے خود مختار ہونے کا ثبوت کیا ہے، اور مشکوٰۃ شریف کی صحیح حدیث ہے، ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل، کا مطلب کیا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب:-

اگر وہ لڑکی نکاح کے وقت بالغہ تھی اور یہ نکاح اس نے اپنے کفو میں کیا تو شرعاً یہ نکاح صحیح ونافذ ہوگیا، اب شوہر کی زندگی میں بغیر طلاق حاصل کئے اور بغیر عدت گزرنے جبکہ وہ عورت مدخول بہا ہو، دوسری جگہ ہرگز نکاح نہیں کرسکتی، فقہ حنفی میں حرہ عاقلہ بالغہ کے خود مختار ہونے کے متعلق جو مذکور ہے،

اس کا ثبوت سنیئے، قرآن مجید وفرقان حمید میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے،
فلا جناح علیهما فیما فعلن فی انفسهن اور فرماتا ہے، حتیٰ
تنکح زوجاً غیره اور فرماتا ہے،ان ینکحن ازواجهن اصناف
العقد الیهن فی هذه الأیات قدل انها تملك المباشرة حدیث
شریف میں ہے،الایم احق بنفسها من ولیها والایم اسم
الامراة لا زواج لها بكرا كانت او ثیبا وقال صلی الله علیه
وسلم لیس للولی مع الثیب امرو حدیث الخشاء حیث قالت
بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم ولكن اردت ان
تعلم النساء ان لیس الی الاباء من امور بناتهم شئی وعن
عمرو علی وابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهم جواز النكاح
بغیر ولی ۔آپ کی پیش کردہ حدیث ایما امراة نكحت بنفسها الخ
کے کئی جواب ہیں۔

1:-اس حدیث میں سلیمان ابن موسیٰ راوی ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
اور دیگر محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں،فی اللمعات قد ضعفه
البخاری وقال النسائی حدیثه شئی وقال احمد فی روایة
ابی طالب حدیث عائشه لانكاح الابوی لیس بالقوی۔

2:-یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے،اور انہوں نے خود
اپنی بھتیجی حفصہ کا نکاح اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی عدم موجودگی میں کیا، جو اس
حدیث کے عدم صحت پر دلالت کرتا ہے، محیط سرخی میں ہے، والهذا تبین

ان ماروِد عن عائشه رضی الله تعالیٰ عنها غير صحيح لا
ن فتوی الراوی بخلاف الحديث وهذا الحديث،لمعات میں
ہے، وقال فی رواية حرب لا يصح الحديث، عن عائشه
زوجت بنات اخيها۔

3:- اس حدیث کا دارومدار حدیث زہری پر ہے، انہوں نے اس حدیث کا
خلاف کیا،اور بغیر ولی کے نکاح کو جائز رکھا،

4:- یہ حدیث عموم الخصوص عنہ البعض ہے، اشعۃ اللمعات میں ہے، بر تقدیر
صحت مراد غیر بالغہ است وایں عام مخصوص است بدلائل دیگر محیط سرخسی میں
ہے،هو محمول على الامة اذازوجت نفسها بغير اذن مولاها
اوعلى الصغيرة او علىٰ المجنونة۔

5:- مستحب یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ کی اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے محیط سرخسی
میں ہے، اوعلى بيان النداب ان المستحب ان لاتياشر المراة
العقد: واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 43:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں نکاح وٹہ سٹہ جائز ہے یا نہیں، اس
کا کافی جواب ہونا چاہئے، کیونکہ ہمارے علاقہ میں ایک وہابی نجدی چک
نمبر 40 میں ایسے نکاح فسخ کرتا رہتا ہے، اور دلیل دیتا ہے لا شغار فی
الاسلام لہٰذا اس مسئلہ کا بہت شور پڑ چکا ہے غور فرما کر با دلائل موثق جواب
ارسال فرمائیں اور ایسے فسخ نکاح کرنے والے کو کیا سزا ہونی چاہئے،

جواب جلدی دیں بینوا بالصواب والتفصیل توجروا۔ بالاجر الجزیل۔

الجواب:۔ شغار کا مطلب شرعاً یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح دوسرے سے کردے اور وہ دوسرا اپنی لڑکی یا بہن وغیرہ کا نکاح اس سے کردے اور ہر ایک کا مہر شرعی نہ ہو بلکہ نکاح کے بدلہ میں نکاح ہی مہر ہو ایسا کرنا گناہ ومنع ہے، لیکن نکاح منعقد ہو جائے گا، اگر مہر علیحدہ علیحدہ مقرر کر کے نکاح کئے گئے تو نکاح شغار میں داخل نہ ہونگے، مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے، قال صاحب الهداية اذا زوج الرجل ابنته على ان يزوجه الزوج ابنته او اخته ليكون احد العقدين عوضا عن الاخرى صدرتا فيه قال ابن الهمام وانما قيدة لانه لو لم يقل على ان يكون بضع كل صداقا للاخرى اومعناه بل قال زوجتك بنتي على ان تزجني بنتك ولم يزد عليه فقيل جاز النكاح اتفاقا ولايكون شغارا، ردالمحتار میں ہے۔ قال في النهر وهو ان يشاغراى يزوجه حريمته على ان يزوجه الاخر حريمته ولا مهر الاهذا كذافي المغرب على ان يكون بضع كل صداقا عن الاخر وهذا القيد لا بد منه في مسمى الشغار حتى لو لم يقل ذلك ولا معناه بل قال زوجتك بنتي على ان تزوجني بنتك فقبل او على ان يكون بضع بنتي صداقا لبنتك فلم يقبل الاخر بل زوجه بنته لم يكن شغارا بل نكاحا صحيحا اتفاقا نہر میں ہے، وحاصله انه

مع ایجاب مھر المثل لم یبق شغار احقیقة ۔ عمدۃ الرعایا میں شغار کے متعلق لکھا ہے، وھوان بخلو النکاح عندالمھر من الطرفین ھوانکاح حریمة الاخر فلولم یکن ھذا فلیس بشغار کان یذکر المھر مع شرط ان یزوجه مزلیته لا بذکر المھر ولا یجعل انکاحه مھر ابل بشرط علحدۃ کذافی النھر ہدایہ میں شغار کی تعریف کرنے کے بعد فرمایا فالعقدان جائز ان بدائع الصنائع میں ہے، والنکاح صحیح عندنا۔ پاکستان میں بٹہ کا رشتہ جو کیا جاتا ہے، وہ شرعاً نکاح شغار میں داخل نہیں ہے، کیونکہ عموماً اس قسم کے نکاح علیحدہ علیحدہ مہر مقرر کر کے کئے جاتے ہیں، ہمارے نزدیک نکاح شغار بھی منعقد ہو جاتا ہے، اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے، جیسا کہ ایام حیض میں عورت کو طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، مگر ایام حیض میں طلاق دینا گناہ ہے، جب یہ نکاح شرعاً صحیح منعقد ہو تو اس نکاح کو شوہر کے علاوہ کوئی فسخ نہیں کرسکتا وہ عورت بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے، وہابی شان الوہیت وشان رسالت وشان ولایت میں بے ادب گستاخ ہیں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کی مجلس میں نہ بیٹھیں اور نہ ہی ان کے وعظ سنیں اور ان سے شرعی فتویٰ بھی حاصل نہ کریں بلکہ شرعی فتویٰ کسی سنی صحیح العقیدہ عالم دین سے دریافت کریں، مولیٰ عزوجل شریعت پر چلنے کی توفیق دے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 44:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواری عورت نے زنا کیا اب وہ حاملہ ہے اس وقت اس کی شادی جائز ہے یا نہیں مطلع فرماویں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:-

جس کنواری عورت کو زنا کا حمل ہو اس سے حالت حمل میں شرعاً نکاح ہو سکتا ہے، پھر جس سے نکاح کیا اسی کا حمل ہے تو وضع حمل سے پہلے بھی وہ اس سے وطی کرسکتا ہے، اور اگر دوسرے کا حمل ہے اب جب تک بچہ پیدا نہ ہو لے تو شوہر کے لئے وطی جائز نہیں۔ ہدایہ میں ہے وان تزوج حبلی من زنی جازالنکاح ولا یطاها حتی تضع حملها، تبیین الحقائق میں ہے، هل تزوج الحبلیٰ من الزفاولا یحل تزوج الحبلی من غیره۔ بدائع الصنائع میں ہے، علی هذا یخرج ماذا تزوج امرأة حاملاً من الزنا انه یجوز من قول ابی حنیفة و محمد ولٰکن لا یطاها حتی تضع درمختار میں ہے، صح نکاح حبلی من زنالا حبلی من غیره ای الزنا........ وان حرم وطؤها ودواعیه (حتی تضع) نیز اس میں ہے، لو نکحها الزانی حل له وطوها اتفاقاً لہذا صورت مسئولہ میں نکاح ہو جائے گا، اس لئے اب نکاح کرنا جائز ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر 45:- ایک سوال کا جواب :

خاوند کے مجنون ہونے کی وجہ سے شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوسکتا، بہار شریعت

میں درمختار کے حوالہ سے تحریر فرمایا اگر شوہر میں کسی قسم کا عیب ہے مثلاً جنون، جذام۔ برص یا عورت میں عیب ہو کہ اس کا مقام بند ہو یا اس جگہ گوشت یا ہڈی پیدا ہوگئی ہو تو فسخ کا اختیار نہیں۔ رہی یہ بات کہ مرد عنین ہے، تو عنین کا حکم یہ ہے کہ عورت قاضی شرح کے سامنے خاوند کے عنین ہونے کا دعویٰ کرے۔ قاضی خاوند کو بلا کر پوچھے اگر خاوند عنین ہونے کا اقرار کرے تو قاضی اس کو ایک سال کی مہلت دے اگر سال کے اندر شوہر نے وطی کر لی تو عورت کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر (سال تک) جماع نہ کیا اور عورت جدائی کی خواستگار تو قاضی اس شخص عنین کو طلاق دینے کو کہے اگر طلاق دیدے تو بہتر ورنہ قاضی میاں بیوی کے درمیان تفریق کردے بہر صورت صورت مذکورہ میں وہ عورت بدستور اپنے اسی خاوند کی بیوی ہے، دوسری جگہ بغیر صورت مذکورہ بالا کے کسی جگہ نکاح نہیں کر سکتی بغیر صورت مذکورہ کے دوسری جگہ نکاح کرنے والے کرانے والے دیدہ دانستہ گواہ بننے والے مجلس نکاح میں شریک ہونے والے سب گناہگار ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 46:-

مولوی سردار احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ السلام علیکم ہم آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں، اس کا جواب دیں، کیا ایک مرد کے نکاح میں اس کی عورت کی بھتیجی آسکتی ہے، اگر نہیں آسکتی تو اس کے متعلق کیا ہے، نیز اگر اس مرد کا اس کی عورت کی بھتیجی سے ناجائز تعلق باثبوت ثابت ہو جائے تو پھر

نکاح باقی رہ سکتا ہے،

الجواب:-

اپنی بیوی کی موجودگی میں بیوی کی بھتیجی سے ہرگز نکاح نہیں ہوسکتا، حدیث پاک میں ہے، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھی ان تنکح المرأۃ علی عمتھا او العمۃ علی بنت اخیھا اپنی عورت کی بھتیجی سے ناجائز تعلق ہونے کی وجہ سے اس عورت کے نکاح میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ مگر یہ ناجائز تعلق شرعاً بہت بڑا جرم ہے، اور وہ مرد شدید ترین گناہگار مستحق نار لائق غضب وقہر قہار ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 47:-

بہشتی زیور میں لکھا ہے، کہ زید اپنی بیوی کی بجائے غلطی سے لڑکی کو شہوت سے ہاتھ لگائے تو بیوی مرد پر حرام ہو جاتی ہے، مرد کو چاہئے کہ طلاق دیدے اگر مرد طلاق نہ دے تو بیوی اس کی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں، اگر نہیں کرسکتی ہے تو حرام کا کہنا بہشتی زیور یہ سلسلہ ٹھیک ہے یا نہیں اگر ٹھیک ہے تو کونسی حدیث یا آیت سے ثابت ہے،

الجواب:-

حرمت مصاحرت جس طرح وطی سے ہوتی ہے اسی طرح شہوت کے ساتھ چھونے سے بھی ہو جاتی ہے، چھونا قصداً ہو یا غلطی سے ہو یا مجبوراً ہر حالت مصاہرہ ثابت ہو جائے گی، حرمت ثابت ہو جانے کے بعد مرد وعورت کو جدا

رہنااور نکاح کرنا فرض ہے، مگر خود بخود نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ جب تک شوہر متارکہ نہ کرے بعد متارکہ عدت گزرے بغیر نکاح جائز نہیں ہوگا، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر مرد نے اپنی لڑکی کو شہوت کے ساتھ چھوا ہے تو اس لڑکی کی ماں اس مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہے، اور اس مرد پر فرض ہے کہ اس عورت سے جدائی کرے بغیر متارکہ کہے، اور بغیر عدت گزارے وہ عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی، متارکہ کی صورت یہ ہے مثلاً شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تیرا راستہ خالی کردیا، میں نے تجھے چھوڑ دیا، میں نے طلاق دے دی، اور حرمت کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت مرد کے نکاح میں ہمیشہ کے لئے نہیں آسکتی، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 48:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کی جس وقت شادی ہوئی اس کے والدین نے حسب دستور جوڑے زیور وغیرہ چڑھائے، اور بعد نکاح ہونے کے لڑکی کے والدین نے کچھ زیور اور جوڑے وغیرہ جہیز میں دیئے، بعد میں کچھ زیور نکاح کے بعد بنوادیا، زید نے کچھ کپڑا وغیرہ بھی علاوہ معمولی کپڑے کے اور اس عورت نے اپنے شوہر کے وقت مرتے اپنے شوہر کے اور اب تک مہر بھی معاف نہیں کیا، بلکہ مرتے وقت اس کے پاس بھی نہیں گئی، اور زید کے نام کچھ جائداد وغیرہ نہیں ہے، اس صورت میں مال کا مالک کون ہوگا اور مہر کا ادا کرنا کس کے ذمے عائد ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:-

جو کچھ زیور کپڑا برتن وغیرہ عورت کو جہیز میں ملا تھا اس کی مالک خاص عورت ہے، اور جو کچھ چڑھاوٴ شوہر کے یہاں سے مل گیا تھا، اس میں رواج کو دیکھا جائے گا، اگر رواج یہ ہو کہ عورت ہی اس کی مالک سمجھی جاتی ہے تو وہ بھی عورت کی ملک ہو گیا، اور اگر عورت مالک نہیں سمجھی جاتی تو وہ جس نے چڑھایا تھا۔ اس کی ملک ہے، خواہ (شوہر کا) والد ہو یا (اس کی) والدہ یا خود شوہر اور جو زیور زید نے بعد نکاح بنوایا اگر عورت کی تملیک کر دی تھی۔ یعنی یہ کہہ دیا تھا کہ میں نے یہ زیور تجھے دے ڈالا، تجھے اس کا مالک کر دیا، اور قبضہ عورت کا ہو گیا، تو یہ زیور بھی ملک زن ہو گیا۔ اور اگر کہا تجھے پہننے کو دیا، تو شوہر کی ملک رہا۔ اور اگر کچھ نہ کہا تو رواج دیکھا جائے گا۔ اسی طرح زیور بنا دینے کو اگر عورت کی تملیک سمجھتے ہیں تو بعد قبضہ عورت مالک ہو گی ورنہ ملک شوہر پر رہا عورت کا مہر ذمہ شوہر ہے، اگر شوہر کا کچھ مال مثلاً یہی زیور کہ اس نے بنا دیا اور عورت کی ملک اس میں ثابت نہ ہوئی تھی، یا اور کوئی چیز جو ملک شوہر پائے اس سے وصول کرے اگر ملک شوہر سے کچھ نہ ملے تو شوہر کے والدین وغیرہما سے کچھ مطالبہ کسی وقت نہیں کر سکتی جب کہ انہوں نے مہر کی ضمانت نہ کر لی ہو، اس کا معاملہ عافیت پر رہا، اور افضل یہ کہ شوہر معاف کر دے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔ منقول از فتاویٰ رضویہ۔

سوال نمبر 49:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص شوق محبت سے اپنی منکوحہ کے پستان منہ میں ڈالے اور شیر اس سے بہہ کر حلق سے نیچے اتر

جائے تو کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے،

الجواب :-

دوسال بلکہ ڈھائی سال کے اندر کوئی لڑکا اورلڑکی کسی عورت کا دودھ پی لے تو جس عورت کا دودھ پیا ہے، وہ رضائی ماں اور جس نے پیا ہے وہ رضائی اولاد ہے، اور اس مدت رضاعت کے بعد اگر کوئی شخص کسی عورت کا دودھ پئے تو اس کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور رضاعت کا رشتہ ثابت نہیں ہوتا اگر کوئی اپنی عورت کا دودھ پی لے تو یہ فعل یعنی اپنی عورت کا دودھ پینا شرعاً منع ہے، گناہ ہے مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا، صورت مذکورہ سے جس شخص کے حلق میں اس کی بیوی کے پستان میں سے دودھ چلا گیا ہے خواہ شوہر کے اسکے پستان چوسنے سے یا بغیر چوسنے کے اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا، وہ عورت اس شوہر مذکور کی بیوی ہے، بیوی کا دودھ پینا شرعاً منع ہے، گناہ شدید ہے، جو ایسا کرے اس پر توبہ لازم ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نـــــوٹ: ایک لڑکی دس سال کی ہے اس کے پستان سے دودھ اتر آیا دوسرے شخص کا لڑکا تقریباً پونے دوسال کا ہے، کسی وجہ سے اس لڑکے کے باپ نے اس دس سالہ لڑکی سے اپنے پونے دوسالہ لڑکے کا نکاح کردیا، نکاح ہونے کے بعد اس لڑکے نے اتفاقاً اس دس سالہ منکوحہ بیوی کا دودھ پی لیا تو اس صورت میں وہ دس سالہ لڑکی اپنے پونے دوسالہ عمر والے شوہر پر حرام ہوجائے گی، کیونکہ اس لڑکے نے مدت رضاعت کے اندر اپنی بیوی کا

دودھ پیا، لہذا وہ لڑکا اس عورت کا رضاعی بیٹا ہوگیا۔ اور وہ لڑکی اس لڑکے کی رضاعی ماں بن گئی، لہٰذا وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہوگئی، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 50:-

ایک شخص نے ایک عورت شادی شدہ کو اغوا کر کے اپنے گھر آباد کیا، جس کے بطن سے اولاد ہے جو کہ بغیر نکاح کے ہے اب مذکورہ عورت کا سابقہ شوہر فوت ہوگیا ہے، کیا بعد از عدت سابقہ عورت کا نکاح ہوگا۔ اولاد جو قبل از نکاح پیدا ہوئی ہے، وہ شخص مذکور جس نے اغوا کیا ہے، اس کے ترکہ کی وارث ہوگی یا نہیں۔

نمبر 2:- جس شخص نے مذکورہ عورت کو اغوا کیا ہے اس جرم کے تحت اس کی کیا تعزیر ہے،

نمبر 3:- جو اشخاص شخص مذکور سے باہمی تعلقات میں خورد و نوش میں شریک رہے ہیں، ان پر تعزیر کا کیا حکم ہے، مفصل و مدلل تحریر فرما کر مشکور فرماویں تاکید اً عرض خدمت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:-

نمبر 1:- شادی شدہ عورت کو اغوا کر کے کوئی آدمی اپنے گھر ناجائز طریقہ سے آباد کرلے تو جو اولاد اس عورت مذکور کے بطن سے ہوگی شرعاً یہ اولاد اس اغوا کرنے والے کی قرار نہیں دی جائے گی، احکام شریعت میں ہے زنا کے پانی کے لئے شرع میں کوئی عزت نہیں تو بچے اولاد زانی نہیں ٹھہر

سکتے، اولاد اس کی قرار پائی، ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے لفظ ہبہ سے تعبیر کیا، یھب لمن یشاء ذکور آ. زانی اپنے زنا کے باعث مستحق غضب وسزا ہے، نہ کہ مستحق ہبہ وعطا لہٰذا ارشاد ہوا، للعاھر الحجر لہٰذا صورت مسئولہ میں شریعت کی رو سے وہ اولاد جب کہ اغوا کرنے والے کی قرار نہ پائی تو اس عورت کی یہ اولاد اغوا کرنے والے کے ترکہ کی وارث نہ ہوگی، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر 2: شادی شدہ عورت کو اغوا کرنے والا شریعت کے خلاف گھر میں آباد کرنے والا مرد اور وہ عورت دونوں شرعاً شدید ترین مجرم وگناہگار مستحق نار لائق غضب جبار وقہار ہیں، ان پر لازم وضروری ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں، شریعت ایک لحظہ بھی ان کو اکٹھا رہنے کی اجازت نہیں دیتی، حد وتعزیر لگانا شرعاً حکام کا کام ہے، لیکن اس زمانہ میں یہاں پر حدود شرعیہ لگانے کا کوئی انتظام نہیں ہے، لہٰذا تعزیر وحد کا جواب میں لکھنا بے فائدہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمبر 3:- لوگوں کو چاہیے کہ اس آدمی سمجھائیں اور شریعت کے مطابق عورت رکھنے کو کہیں اگر مان جائے تو بہتر ورنہ اس سے میل جول سب تعلقات منقطع کردیں یہاں تک کہ وہ آدمی اپنے اس فعل بد سے باز آجائے، اگر وہ بے حیا آدمی اپنے اس فعل بد سے باز نہیں آتا لوگ اس حالت میں بھی اسے سے میل جول کررہے ہیں تو شرعاً یہ لوگ بھی مجرم وگناہگار ہیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 51:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں مسماۃ جنت بی بی دختر حاجی یار محمد قوم ترکھان ساکن گوجرہ خاوند مسمی امیر ولد لعل پر دعویٰ تنسیخ نکاح زیر دفعہ نمبر 2 ایکٹ دائر کیا، سول جج درجہ اول ٹوبہ ٹیک سنگھ نے یکطرفہ ڈگری تنسیخ نکاح معہ خرچہ حکم صادر کردیا، اور یہ بھی حکم دے دیا کہ مدعا علیہ مبلغ /56 روپے بابت خرچہ مقدمہ ہذا ادا کرے اور اس حکم نامہ کی سرکاری نقل فتویٰ ہذا کے ساتھ لف کی ہوئی ہے، اور مقدمہ مذکورہ کا نمبر 131 فوجداری ہے، لہٰذا بتایا جائے کہ بروئے شرع شریف نکاح مذکورہ فسخ ہوگیا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:-

نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو گرہ کھول دے چاہے بند رکھے، قرآن پاک میں بیدہ عقدۃ النکاح حدیث شریف میں ہے، الطلاق لمن اخذ بالساق لہٰذا صورت مسئولہ میں مسمی امیر نے اپنی مسماۃ جنت بی بی کو جب طلاق شریعت کے مطابق نہیں دی تو مسماۃ مذکورہ بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے، شرعاً دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 52:-

ایک شخص کی شادی تقریباً آٹھ سال قبل جبکہ ہوئی تھی، میاں بیوی میں بڑا

سلوک آج تک رہا، اور نہ ہی اسکی بیوی کو یہاں کے کسی رشتہ دار سے تکلیف پہنچی ہے، ابھی تک اس کی اولاد نہیں ہوئی، خدا کی قدرت ہے، آدمی طاقتور مرد ہے، شاید اس کے مادہ میں کوئی فرق ہو ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق اب بیوی کے والدین طلاق دلوانا چاہتے ہیں، اس کی بیوی کو بھی اکساتے ہیں، میاں طلاق نہیں دیتا، شریعت اس کے بارے میں کیا کہتی ہے، فتویٰ عنایت کیا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:-

عورت کو طلاق دینے کا اختیار شریعت نے مرد کو دیا ہے، مرد جب چاہے طلاق دے۔ جب چاہے نہ دے، قرآن پاک میں ہے، بیدہ عقدۃ النکاح حدیث شریف میں ہے، الطلاق لمن اخذ الساق مرد جبکہ عورت سے وطی کرنے پر قادر ہے، تو عورت کو نکاح فسخ کرانے کا حق نہیں ہوتا۔ چنانچہ بہار شریعت میں عالمگیری کے حوالہ سے تحریر فرمایا شوہر جماع کرتا ہے، مگر منی نہیں کہ انزال ہو تو عورت کو دعویٰ کا حق نہیں صورت مسئولہ میں مرد جبکہ وطی کرنے پر قادر ہے، تو عورت کو طلاق لینے یا نکاح فسخ کرنے کا شرعاً کوئی حق نہیں اگرچہ اس عورت کے آٹھ سال سے بچہ پیدا نہ ہوا ہو، بچہ کا پیدا ہونا قبضہ قدرت باری تعالیٰ ہے، مرد وعورت کے اختیار کی بات نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 53:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مطلقہ غیر مدخولہ کو حلالہ شرط ہے

یانہیں، عورت غیر مدخولہ کے متعلق باکتاب جواب ارسال فرمادیں کہ عورت غیر مدخولہ کو عدت پڑتی ہے، یانہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :-

جس حرہ عورت کو تین طلاقیں ہوجائیں تو وہ عورت اپنے شوہر کے لئے بغیر حلالہ کے حلال نہیں ہوسکتی، غیر مدخول بہا کو ایک کلمہ سے تین طلاقیں دی جائیں تو اس پر تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ ہدایہ میں ہے، اذا طلق الرجل امرأته ثلثاً قبل دخول بها وقعن علیہا۔ کنزالدقائق میں ہے طلق غیر الموطوۃ ثلثا ومعن تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق میں ہے، وھو مذھب ابن عباس وابن مسعود وابن عمرو علی ابن ابی طالب و زید ابن ثابت وجمھور التابعین فقھاء الامصار یعنی غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ یہ مسلک ابن عباس وابن مسعود وابن عمر وعلی ابن ابی طالب وزید ابن ثابت وجمہور تابعین وفقہاء امصار رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے، ردالمحتار میں ہے، ونص محمد رحمة الله تعالیٰ قال واذا طلق الرجل امرأته ثلاثا جمیعا نقد خالف السنة واثم دخل بها اولم ید خل سواء بلغنا ذالك عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وعن علی وابن مسعود وابن عباس وغیرهم رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین عمدة الرعایہ میں ہے،

وغیرالموطوۃتبین بواحدۃنعم لو طلقھا بکلمۃ واحدۃ بان قال انت طالق ثلثا تقع الثلث ولا تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیر۔ جب غیر مدخولہ بہا تین طلاقوں کے واقع ہونے سے مطلقہ مغلظہ ہو جائے تو اس کے لیے بھی حلالہ ضروری ہے، اس کے پاس ہی نہیں گیا، تو استبراء رحم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا عمدۃ الرعایہ میں ہے، وحتی انہ عن غیر المدخولۃ فانھا تبین بطلاق واحد لا عدۃ لھا حتی قطلقھا الاخری۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 54:-

زید نے اپنی بیوی کو سہ طلاق سے حرام کیا، بیک وقت ایک مولوی صاحب تبلیغی جماعت کے سربراہ جو کہ خواجگان کی مسجد کے امام وخطیب ہیں انہوں نے کہا ہے کہ زید تین طلاقیں یا سات یا دس یا سو تک بھی اپنی بیوی کو دے تب بھی ایک ہی ہوگی، نیز اس کے پیچھے نمازیں ہو سکتی ہیں، یا کہ نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب:-

اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں بیک وقت دے دے تو تینوں واقع ہو جائیں گی، اگر چہ ایسا کرنا گناہ ہے، جیسا کہ ایام حیض میں کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق ہو جائے گی، مگر طلاق دینے والا گناہگار ہوگا۔ جمہور صحابہ کرام تابعین۔ تبع تابعین فقہاء مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا یہی مسلک تھا۔ اب بھی جمہور امت کا یہ مسلک ہے کہ عورت

کو بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے،عن مالك بلغه ان رجلا قال لابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما انی طلقت امراتی مائة تطليقة فماتریٰ علی فقال ابن عباس طلقت منك بثلاث وسبع وسبعون اتخذت بها آيات الله هزوا رواه فی الموطا یعنی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک آدمی نے عرض کی کہ حضور میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاق دے دی ہے، آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں، تو آپ نے فرمایا تین طلاقیں تیری بیوی پر پڑگئی ہیں، ستانوے 97 طلاقوں سے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے ٹھٹھا کیا، نعوذباالله من ذلك مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، فتح القدیر۔ ردالمحتار میں ہے، ذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعد هم من ائمة المسلمين الىٰ ان يقع ثلاث۔ فتح القدیر میں ہے، من الادلة فی ذلك مافی مصنف ابن ابی شيبة والدارقطنی فی حديث ابن عمر المتقدم قلت ارايت لو طلقها ثلثا قال اذا قد عصيت ربك وبانت منك امرأتك اس مسئلہ کے متعلق روایات تفصیل سے فتح القدیر میں دیکھیں عمدۃ الرعایہ میں ہے، فمثل هذا يقع لكنه ياثم به هو المنقول من جمهور الصحابة والتابعين والمجتهدين منهم ابن عباس اخرجه مالك وابو هريره اخرجه عنه ابو داؤد حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا شرح مسلم میں وقد

اختلف العلماء فیمن قال لا مراته انت طالق ثلثا فقال الشافعی ومالك وابو حنیفة وجماهیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلث ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تین سے زائد طلاقیں بیک وقت دے گا تو تینوں واقع ہو جائیں گی، باقی تین سے زائد لغو بے کار ہوں گی، اس مولوی کا یہ کہنا کہ زید تین طلاقیں یا سات یا دس یا سو تک اپنی بیوی کو دے تب بھی ایک ہی واقع ہوگی، بالکل غلط ہے، سراسر احادیث روایات جمہور امت سلف وخلف کے مسلک کے خلاف ہے، غیر مقلدوں کی معتبر و مستند کتاب فتاویٰ ثنائیہ کی تشریح میں ہے صحابہ تابعین وتبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک کے سلف صالحین صحابہ تابعین محدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا ثابت نہیں۔ من ادعی فعلیہ البیان بالبرھان ودونہ فرط القتاد، ملاحظہ ہو موطا امام مالک صحیح البخاری فتح الباری وتفسیر ابن کثیر تفسیر ابن جریر اسی فتاویٰ کی تشریح میں نیز ہے، تین طلاقیں مجلس واحد میں محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں، یہ مسلک صحابہ تابعین تبع تابعین وغیرہ محدثین متقدمین کا نہیں ہے، یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین (غیر مقلدین) کا ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتویٰ کے پابند اور ان معتقد ہیں، غیر مقلدوں کے گھر کی شہادت ہوگئی کہ جمہور امت کا مسلک تو یہ ہے کہ تین طلاقیں بیک وقت دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔ ابن تیمیہ اور اس کے معتقدین وتبعین وہابیہ غیر مقلدین نے سات سو برس کے بعد اس مسئلہ کی

مخالفت کی اور تین طلاقوں کو ایک ہونے کا فتویٰ دیا، ہمارا اس پر عمل ہے، جو تقریباً چودہ سو برس سے جمہور امت کا مسلک چلا آ رہا ہے، اور غیر مقلدین خود نئے ہیں ان کا مسلک بھی نیا جو جمہور اہلسنت کے سراسر خلاف امام کا سنی صحیح العقیدہ پابند شرع ہونا ضروری ہے، لہٰذا اہلسنت کے علاوہ کسی بدمذہب وہابی دیوبندی غیر مقلد رافضی قادیانی مودودی وہابی تبلیغی جماعت کے پیچھے اہلسنت کو ہرگز نماز نہ پڑھنا چاہئے، اور ایسے عقیدہ والوں کو ہرگز امام نہ بنایا جائے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 55:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں زید نے اپنی بیوی ہندہ کو کہا تجھے تین طلاق دیں یا کہا تجھے، طلاق، طلاق طلاق، ہے یا کہا تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، ہے بدوں حرف عاطفہ کے کیا ان صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی یا تین ہے، بعض علماء اہلسنت و جماعت فرماتے ہیں۔ ان صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا دور ہو جا، دور ہو جا، دور ہو جا، یا میرے گھر سے نکل جا، نکل جا، نکل جا، یا اپنے باپ کے گھر چلی جا چلی جا، چلی جا، کیا ان صورتوں میں طلاق ہوگی یا نہیں، اگر ہوگی تو رجعی یا بائن بینوا بالدلیل توجروا۔

الجواب:-

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔ اما بعد، اگر آدمی اپنی بیوی کو تین طلاق بیک وقت ایک کلمہ سے دے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں

چاہے عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو، مگر ایسا کرنا گناہ ہے، جیسا کہ ایام حیض میں اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے، مگر طلاق دینے والا گناہ گار ہوگا۔ جمہور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین فقہاء مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مسلک تھا۔ اور اب بھی جمہور امت سلف و خلف کا یہی مسلک ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے، عن مالك رضی الله تعالىٰ عنه بلغه ان رجلا قال لا بن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما انى طلقت امراتى مائة تطليقة فماترى على قال ابن مبارك رضى الله تعالىٰ عنهما طلقت منك بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بها آيات الله هزوا رواه فى الموطا یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک آدمی نے عرض کی کہ حضور میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاق دی ہے، آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا تین طلاقیں تیری بیوی پر پڑ گئیں، اور ستانوے طلاقوں سے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے ٹھٹھا کیا نعوذ باللہ من ذٰلک مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فتح القدیر ردالمختار میں ہے، ذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعد هم من ائم المسلمين الى ان يقع ثلٰث فتح القدیر میں ہے، ونص محمد قال اذا طلق الرجل امراته ثلاثا جميعا فقد خالف السنة واثم به وان دخل بها اولم يد خل سواء ثم قال بلغنا ذلك عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

وعن علی وعن ابن مسعود ابن عباس و غیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین نیز اس میں ہے ومن الادلة فی ذلک مافی مصنف ابن ابی شیبة والدار قطنی فی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما المتقدم قلت یارسول اللہ ارئیت لو طلقها ثلاثا قال اذا قد عصیت ربک وبانت منک امراتک اس مسئلہ کے متعلق اور روایات تفصیل سے فتح القدیر میں دیکھیں نیز اس میں ہے، واما وقال انت طالق احدی عشر فانه یقع الثلث بالاتفاق لعدم العاطف فتاویٰ ہندیہ میں ہے، اگر غیر مدخولہ سے کہا تو اکیس طلاق سے طالقہ تو ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک تین طلاق ہونگی اور اگر کہا گیارہ طلاق تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہونگی، تفسیر صاوی میں ہے، والمعنی فان ثبت طلاقها ثلاثافی مرة او مرات فلا تحل الخ، اذاقال لها انت طالق ثلاثا او البتة وهذا هوالمجمع علیه واما القول بان الطلاق الثلاث فی مرة واحدة لایقع الاطلقة فلم یعرف الا بن لاتیمیة من الحابلة وقد ردعلیه ائمة مذهبه حتی قال العلماء انه الضال والمضل عمدۃ الرعایہ میں ہے، فمثل هذا یقع لکنه یا ثم به هوالمنقول عن جمهورالصحابة والتابعین والمجتهدین منهم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما اخرجه مالک وابو هریرة اخرجه عنه ابو دائود قدوری اور اس کی شرح فارسی میں ہے طلاق

البـدعة وهـوان يـطلق الرجل امرا ته ثلاثا بكلمة واحدة او في طهر واحد ۔ سوم طلاق بدعت است وآں ایں است کہ سہ طلاق دہد شوہر زن خودرا بیک دفعہ یعنی بیک کلام یا سہ طلاق متفرق دہد در یک طہر فاذا فعل ذلك وقع الطلاق وبانت منه وكان عاصياً پس ہرگاہ کہ داد سہ طلاق بیکے ازیں دو طریق واقع شد سہ طلاق وجدا شد از دو طلاق دہندہ گنہگار وعاصی میشود وایں طریق منہی است نشاید وایں حکم کہ بیان کردہ شد در مردے وزنے بود کہ شوہر بعد از نکاح باو مجامعت کردہ باشد کذافی کشف الحقائق نیز اس میں ہے، واذاطلق الـرجـل امـراتـه ثلاثـا قبل الـدخـول بهـا بد فعة واحدة وقعن عليها جمعلة ہرگاہ کہ طلاق داد شوہر بزن خود پیش از وطی بایں طور کہ بگوید انت طالق ثلاثا پس واقع میشود سہ طلاق بآں زن زیرا آنچہ سہ طلاق بہم دادہ است نیز اس میں ہے، انت طالق ثلاثا الا ثلاثا طلقت ثلاثا و بطل الاستثناء، اگر بگوید شوہر بزن خود بر تو سہ طلاق است مگر سہ طلاق واقع شود، سہ طلاق زیرا نچہ استثناء جمیع از جمیع است وآں صحیح نیست بلکہ باطل است وناجائز، مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے، اگر زید نے اپنی بیوی کو حالت غضب میں کہا میں نے طلاق دیا، پھر میں نے طلاق دیا، پھر میں نے طلاق دیا، پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق واقع ہوگی یا نہیں،

هوالمصوب:-

اس صورت میں تین طلاق واقع ہونگی، حنفیہ کے نزدیک بغیر تحلیل کے نکاح

درست نہ ہوگا۔ نیز اس میں ہے، زید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین دفعہ کہہ دیا کہ تجھ پر طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے، لیکن اس نے غصہ کی حالت میں بلانیت ایقاع طلاق ثلاثہ اور بدوں سمجھنے معنی اور حکم ان الفاظ کے کہاہے اس صورت میں طلاق ثلاثہ واقع ہونگی یا نہیں۔

هو المصوب:-

جو شخص تین طلاق دے دیوے، اور مقصود دونوں مرتبہ اخیر ہے، تاکید نہ ہو پس اس صورت میں مذہب جمہور صحابہ تابعین وائمہ اربعہ واکثر مجتہدین و بخاری و جمہور محدثین تین طلاق واقع ہو جائیں گی، البتہ بجہ ارتکاب خلاف طریقہ شرعیہ کے گناہگار ہوگا۔ نیز اس میں ہے، چہ فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندرین مسئلہ از روئے مذہب حنفیہ صورتش ایں کہ زید زوجہ خود مسماۃ ہندہ را در حالت غضب طلاق داد بایں طور کہ سہ بار لفظ طلاق بزبان آورد پس دریں صورت بر ہندہ طلاق واقع شد یا نہ برتقدیر اول چہ صورت است کہ باز ہندہ را زید بنکاح آرد

الجواب هو المصوب:

بر ہندہ سہ طلاق واقع شدند حالا بدوں تحلیل نکاحش با زید درست نیست واللہ اعلم۔

بہار شریعت میں ہے، غیر مدخولہ کو کہا تین طلاق تو تین ہونگی، اور اگر کہا تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق، یا کہا تجھے طلاق ہے، ایک اور ایک اور ایک تو ان صورتوں میں ایک بائن واقع ہوگی، اور موطوہ میں بہر حال تین

طلاق ہوں گی، درمختار میں ہے،(وان فرق) بوصف وخبر او جمل بعطف او غيره بانت بالاولیٰ ،لا الی عدة، (الف) اذا (لم يقع الثانية) بخلاف الموطئوة حيث يقع الكل ردالمختار میں ہے (قول حيث يقع الكل) ای فی جميع الصور المتقدمة لبقاء العدة. ان احادیث وروایات وعبارات فتاویٰ سے معلوم وظاہر ہوا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تین یا تین سے زائد طلاقیں بیک وقت ایک کلمہ سے دے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، باقی زائد لغو و بیکار ہوں گی، عام اس سے کہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگر شوہر متفرق طور پر تین طلاقیں دے گا تو عورت بدخولہ ہے، تو ایک طلاق واقع ہونے سے عورت بائنہ ہو جائے گی اور باقی محل نہ ہونے کی وجہ سے واقع نہ ہوں گی، اور اگر عورت مدخولہ ہے تو متفرق طور پر بھی تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہوں گی، عام اس سے کہ حرف عاطفہ ذکر کرے یا نہ کرے، لہٰذا صورت مسئولہ میں زید نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک لفظ سے تین طلاقیں دی ہیں، تو تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں، وہ عورت چاہے مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ لیکن اگر یہ کہا کہ تجھے طلاق طلاق طلاق، ہے یا تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، بغیر حرف عاطفہ کے تو اس صورت میں اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق واقع ہونے سے عورت بائنہ ہو جائے گی، اور باقی طلاقوں کے لئے محل نہ رہے گا۔ اس لئے وہ لغو بے کار ہو جائیں گی، اور عورت اگر مدخولہ ہے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، جیسا کہ مشکوٰۃ شریف فتح القدیر درمختار،

ردالمختار مجموعہ فتاویٰ بہار شریعت وغیر ہا کتب کی عبارتوں سے ظاہر ہے، اہلسنت تو اہلسنت غیر مقلدین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ ایک مجلس میں تینوں طلاقوں کے واقع ہونے کا مسلک جمہور امت سلف وخلف وآئمہ اربعہ کا ہے، تین طلاق کا ایک شمار ہونا صحابہ تابعین تبع تابعین محدثین کا یہ مسلک رہا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں، اور سات سو برس کے بعد ابن تیمیہ نے سب سے پہلے اس اجماع است کے خلاف فتویٰ دیا اور ایک مجلس میں بیک وقت تین طلاق دینے سے ایک طلاق کے واقع ہونے کا قائل ہوا، اس پر اس کے مذہب حنبلی کے علماء نے اس کا رد کیا اور فرمایا کہ یہ خود گمراہ ہے، اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہے، جیسا کہ تفسیر صاوی کی عبارت سے ظاہر ہوا بعد میں جو لوگ تین طلاق ایک مجلس میں واقع کرنے سے ایک طلاق کے واقع ہونے کے قائل ہیں وہ ابن تیمیہ علیہ ماعلیہ کے متبعین میں سے ہیں جمہور امت کے مسلک پر نہیں ہیں، غیر مقلدوں کے مشہور ومعروف امام نواب صدیق حسن بھوپالی کی کتاب مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ہے یعنی درصورتیکہ سہ طلاق دریک مجلس ارسال کردہ شدند دوم آنکہ سہ طلاق مانع میشود و بائن رفتہ اند عمر وابن عباس و عائشہ رضوان اللہ علیہم درروایت است از علی وفقہاء اربعہ جمہور سلف وخلف نیز غیر مقلدوں کی معتبر ومستند کتاب فتاویٰ کی تشریح میں ہے، صحابہ تابعین تبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک کے سلف صالحین صحابہ تابعین محدثین سے تو تین طلاق ایک مجلس میں واحد شمار ہونا ثابت نہیں، من ادعی فعلیہ

البیان بالبرھان ودونه خرط القتاد ملاحظہ ہو موطاامام مالک۔صحیح بخاری وفتح الباری، تفسیر ابن کثیر وابن جریر، نیز اس میں ہے کہ تین طلاقیں مجلس واحد میں محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں، یہ مسلک صحابہ تابعین تبع تابعین ومحدثین متقدمین کانہیں یہ مسئلہ تو سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے، جو ابن تیمیہ کے فتویٰ کے پابند ہیں اور اسکے معتقد ہیں انتہی، جو مولوی صاحب اہلسنت ہونے کے مدعی ہیں، اور ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے تین کے واقع ہونے کے منکر ہیں غلطی پر ہیں، اس کے لئے جائز نہیں کہ ائمہ اربعہ کے مسلک کو چھوڑ کر نیا طریقہ اختیار کرے، تفسیر صاوی میں ہے، ولا یجوز تقلید ماعدا المذا ھب الاربعة ولو وافق قول الصحابة والحدیث الصحیح والایة فالخارج من المذاھب الاربعة ضال مضل وربما اداہ ذلك الی الکفر الان الاخذ بظواھر الکتاب والسنة من اصول الکفر، شوہر کا اپنی بیوی کو کہنا دور ہو جا، دور ہو جا، دور ہو جا، یا یہ کہنا کہ میرے گھر سے نکل جا، نکل جا، نکل جا اپنے باپ کے گھر چلی جا، چلی جا، چلی جا، ان تینوں صورتوں میں ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی، جبکہ شوہر نے نیت طلاق کی کی ہو، یا کوئی خارجی قرینہ پایا جائے، جو طلاق دینے پر دلالت کرتا ہو، ہاں اگر تین کی نیت کرے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر 56:- ایک سوال کا جواب :

صورت مسئولہ میں برتقدیر صدق سائل شخص مذکور مفقود ہے، اور مفقود کی عورت بدستور اس کی بیوی ہے، جب تک کہ اس مفقود کی موت یا طلاق دینے یا شرعی معتبر بیان نہ آ جائے، کمافی الحدیث مفقود اور اس کی بیوی کی اس وقت تفریق کی جائے گی، جب کہ مفقود کی عمر سے ستر 70 برس گزر جائیں پھر عورت قاضی شرع کے سامنے رفعہ کرے اور قاضی شرع اس مفقود کی موت کا حکم دے پھر وہ عورت عدت وفات گزارنے کے بعد چاہے تو نکاح کر سکتی ہے، (فتح القدیر) بحوالہ بہار شریعت۔

سوال نمبر 57:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے جانور ذبح کیا اور بوقت ذبح سر علیحدہ کر دیا، ایسے مذبوح جانور کو کھانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:-

جانور کو ذبح کرتے وقت اگر جانور کا سر کٹ کر دھڑ سے علیحدہ ہو جائے تو یہ فعل اگرچہ مکروہ ہے، لیکن اس جانور کا کھانا شرعاً جائز ہے، ہدایہ میں ہے، ومن بلغ السکین النخاع اوقطع الراس کرہ ذلك وتوکل ذبیحتہ بہار شریعت میں ہے۔ اس طرح ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہنچ جائے یا سر کٹ کر جدا ہو جائے مکروہ ہے، مگر وہ ذبیحہ کھایا جائے گا، یعنی کراہت اس فعل میں ہے، نہ کہ ذبیحہ میں عام لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ذبح کرنے میں اگر سر جدا ہو جائے تو اس کا سر کھانا مکروہ ہے، یہ کتب فقہ میں نظر سے نہیں گزرا بلکہ فقہاء کا یہ ارشاد ہے کہ ذبیحہ کھایا جائے گا۔ اس سے

ثابت کہ سر بھی کھایا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 58:-

ایک شخص جو کہ کسی بزرگ کے مزار پر رہتا ہے اور بھنگ بھی پیتا ہے، نیز اس کا معمول یہ ہے کہ وہ لوگوں سے چندہ اکٹھا کر کے بکرا بھی لاتا ہے، وہ بکرے پر پانی چھڑکتا ہے اور وہ بکرا پانی چھڑکتے وقت کانپ جائے تو وہ یہ کہتا ہے کہ میرے پیر نے اس کو قبول کر لیا ہے، اور بکرا پانی چھڑکتے وقت نہ کانپے تو وہ یہ کہتا ہے، کہ بزرگ صاحب نے منظور نہیں کیا، وہ اس طرح سے بکرا ذبح کر کے لوگوں کو کھلاتا ہے، علاوہ ازیں وہ نماز کا بھی تارک ہے، لوگ اس طرح سے گمراہ ہوتے جا رہے ہیں، آپ فرمائیے ایسے بکرے کا گوشت کھانے کے متعلق یا ایسے آدمی کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

الجواب:-

قرآن پاک میں ہے، کلوا مما ذکر سم الله علیه نیز اس میں ہے، ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم الله علیه جس کا مطلب یہ ہے کہ جس حلال جانور پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جائے، اس کو تم کھاؤ اور جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے، اس کو نہ کھاؤ، صورت مسئولہ میں جب کہ بکرے کو صرف اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے، تو اس بکرے کا گوشت حلال وطیب ہے، کھانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں لیکن بکرے پر پانی چھڑکنا اور اس کے کانپنے کو قبولیت کی علامت قرار دینا اور نہ کانپنے کو عدم قبولیت کی علامت قرار دینا بے کار و بے ہودہ ہے،

بری حرکتیں و بری رسمیں ہیں، جو نہ کرنی چاہئیں لیکن ان بری رسموں کی وجہ سے بکرے کی حلت وحرمت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، وہ آدمی بھنگ پینے اور اس کا عادی ہونے کی وجہ سے اور بے نمازی ہونے کی وجہ سے بہت گنہگار ہے، فاسق وفاجر ہے، اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے، اور عہد کرے، کہ آئندہ کبھی بھنگ نہ پیئے گا، اور نہ کبھی پنجگانہ نماز ترک کرے گا۔ اور فوت شدہ نمازوں کو قضا کرے گا۔ جو اس کے ذمہ ضروری ہیں۔ بزرگان دین کے مزاروں پر ایسے لوگوں کو رکھنا چاہئے جو کہ بزرگان دین کے طریقہ پر چلیں، ان کو نہیں رکھنا چاہئے جو کہ بزرگان دین کے طریقہ کے خلاف چلیں۔ بھنگی چرسی بے نمازی ہوں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 59:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک بکری کا بچہ دو ماہ کا ہے، اس بکری کی قربانی جائز ہے یا نہیں، زید کہتا ہے کہ کوئی جانور جب تک دودھ دیتا ہے، اس کی قربانی ناجائز ہے، اور ناقابل قبول ہے، عندالشرع جواب سے نوازیں، بینوا توجروا۔

الجواب:-

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے چند مسائل کا ذکر کرنا ضروری ہے، تاکہ جواب کے سمجھنے میں آسانی ہو، فقیر نے قربانی کے لئے جانور خریدا اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہے، غنی اگر خریدتا تو اس خریدنے سے قربانی اس پر واجب نہ ہوتی بکری کا مالک تھا اور اس نے قربانی کی نیت کر لی یا خریدتے

وقت قربانی کی نیت نہ تھی، بعد میں نیت کر لی، تو اس نیت سے قربانی واجب نہ ہوگی، ذبح سے پہلے قربانی کا دودھ دوہنا مکروہ وممنوع ہے، اگر دودھ دھولیا تو صدقہ کردے، جانور دودھ والا ہے، تو اسکے تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑکے تاکہ دودھ خشک ہوجائے اگر اس سے کام نہ چلے تو جانور کو دُھو کر دودھ صدقہ کردے، قربانی کے لئے جانور خریدا تھا قربانی کرنے سے پہلے بچہ اس کے پیدا ہوا تو بچہ کو بھی ذبح کرڈالے اور اگر بچہ کو بیچ ڈالا تو اس کا ثمن صدقہ کردے، اور اگر ذبح نہ کیا اور نہ بیچا اور ایام نحر گزر گئے تو اس کو زندہ صدقہ کردے، قربانی کی اور اسکے پیٹ میں بچہ ہے تو اس کو بھی ذبح کردے اور استعمال میں لاسکتا ہے، اور مرا ہوا بچہ ہو تو اسے پھینک دے، کہ اب یہ بچہ مردار ہے، ان مسائل سے واضح ہوگیا کہ کسی غریب نے قربانی کے لئے جانور خریدا بعد میں اس کے بچہ پیدا ہوگیا تو جانور دودھ دے رہا ہے تو اسی جانور کی قربانی اس غریب ومسکین پر ضروری ہے، اگرچہ وہ جانور دودھ دے رہا ہو، اور اگر اس جانور کو خریدنے والا مالدار ہے، یا غریب نے جانور خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ کی تھی، بعد میں کر لی تو ان کے بہتر یہ کہ اس دودھ دینے والے جانور کی قربانی نہ کریں، لیکن اگر کر لیں گے تو شرعاً قربانی ہوجائے گی، زید کا یہ کہنا کہ دودھ دینے والے جانور کی قربانی ناجائز ناقابل قبول ہے، غلط ہے شریعت کے خلاف ہے، اس کے پاس کوئی دلیل شرعی ہو تو پیش کرے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

دودھ دینے والے جانور کی قربانی

نمبر 60:- **ایک سوال کا جواب** :

قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لگا سکتا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لئے دے دے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دے دے یا کسی فقیر کو دے دے، بعض جگہ یہ چمڑا امام مسجد کو دیا جاتا ہے، اگر امام کو تنخواہ میں نہ دیا جاتا ہو بلکہ اعانت کے طور پر ہو تو حرج نہیں، لہٰذا صورت مسئولہ میں امام مسجد لے سکتا ہے، اگرچہ سید ہو مالدار ہو کیونکہ یہ صدقہ نافلہ ہے، صدقہ واجبہ نہیں، اسی طرح مسجد چٹائی ڈول مرمت وغیرہ امور میں صرف کر سکتا ہے، مسجد کے مقتدی شہری ہوں یا دیہاتی ضرورت مسجد میں چرم قربانی استعمال کر سکتے ہیں، امام مسجد چرم قربانی سے دینی کتب بھی لے سکتا ہے، وہاں کے لوگ اگر مالدار ہوں تو ان کے لئے بہتر یہی ہے، اور ان کے لئے سعادت اس میں ہے، کہ رقم جمع کریں اور اس کو مسجد کی تعمیر میں صرف کریں، اور قربانی کی کھال کو اہل حاجت فقراء مساکین بیوگان کو دیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو قربانی کی کھال کو صدقہ کرنے کے متعلق حکم فرمایا جس کا مطلب یہ ہے، کہ صدقہ کرنا مستحب و بہتر ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الرؤف الرحیم ونبیہ الکریم الحلیم و علی آلہ واصحابہ وحزبہ اجمعین اما بعد فقیر نے رسالہ الفیوضات الحامدیہ دیکھا، مسلک صحیح وصواب پر مشتمل پایا رسالہ مبارکہ کے مولف عزیز محترم فاضل نوجوان واعظ خوش بیان مولانا مولوی سید ریاض الحسن صاحب

حامدی رضوی خطیب جامع مسجد امریکن کوارٹر حیدر آباد سندھ سلمہ نے خوب تحقیق فرمائی ہے، اور دلائل کثیرہ سے قول محقق کی توضیح و تثویب فرمائی ہے، مولیٰ عزوجل تبارک وتعالیٰ عزیز موصوف سلمہ کو مزید خدمت دین متین کی توفیق خیر رفیق عطا فرمائے، اور اہلسنت و جماعت کے لئے سرچشمہ فیض بنائے، دیوبندیوں وہابیوں کے امام ثانی نام کے مولوی رشید احمد دیوبندی گنگوہی نے یہ فتویٰ دیا کہ قربانی کی کھال مسجد میں نہیں لگا سکتے، دیوبندی مولوی کہتے ہیں کہ مسجد میں قربانی کی کھال لگانا ناجائز ہے، اون کا ماخذ دیوبندی امام کا یہ فتویٰ ہے کہ ہمارے نزدیک دیوبندی گنگوہی کہ یہ فتویٰ صحیح نہیں، غلط ہے، اور دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے کثرت سے غلط ہیں، اس کو خلاف تحقیق فتویٰ دینے کی عادت تھی، اس مسئلہ کی تحقیق میں امام اہلسنت اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز القوی نے ایک رسالہ جلیلہ تحریر فرمایا، جو ابھی غیر مطبوعہ ہے، فتاویٰ رضویہ کی مجلدات میں مرقوم ومحفوظ ہے، اور علمائے کرام اہلسنت و جماعت نے اس مسئلہ کے متعلق قلم اٹھایا، اور تحقیق فرمائی جس سے دیوبندی مفتی مغلوب ہوئے، اور غلط فتویٰ دے کر نادم ہوئے، مگر دیوبندی کی ضد اور ہٹ دھرمی اور مرغ کی ایک ٹانگ کی رٹ مشہور ہے، غلطی سے رجوع نہ کرنا اور حق کو قبول نہ کرنا ان کی دیرینہ فطرت ہے، مگر ہمارا کام تو سمجھانے سے ہے، سمجھائے جائیں گے، یہ رسالہ مبارکہ الفیوضات الحامدیہ بھی اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے کافی ودافی ہے، مولیٰ عزوجل حق پر قائم رہنے حق کو قبول

کرنے کی توفیق عطا فرمائے، واللہ تعالیٰ ہوالموفق وہو تعالیٰ اعلم۔ فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ قادری چشتی رضوی خادم اہلسنت و جماعت لائکپور، (فیصل آباد)

سوال نمبر 61:-

کیاارشاد ہے علمائے دین کااس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک کمیٹی بنتی ہے، اور وہ اعلان کرتی ہے، کہ ہم فلاں تاریخ کو فٹ بال کا میچ رکھیں گے، جوٹیم اس میچ میں شامل ہونی چاہے وہ دوروپیہ داخلہ دے بہت سی ٹیمیں داخلہ دیتی ہیں، جوٹیم مقابلہ میں اول، دوم، سوم آتی ہے، اس کوانعام دیا جاتا ہے،، کیایہ انعام حاصل کرنا جائز ہے، بینواتوجروا۔

الجواب:-

سب ٹیموں سے پیسے جمع کر کے ان کوکھلایا جائے اوران جمع کردہ پیسوں میں سے کامیاب شدہ ٹیم کوانعام دیا جائے، تو یہ جوا ہے، حرام ہے۔ لیکن اگرکوئی آدمی اپنے پاس سے یاایک ہی ٹیم اپنی طرف سے کامیاب شدہ ٹیم کوانعام دے تو یہ شرعاً جائز ہے، جب کہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 62:-

زید کا عقیدہ ہے کہ مراتب صحابہ علی ترتیب الخلافۃ ہیں، لیکن چند ایسی خصوصیات اور فضیلتیں ہیں جن کی بنا پر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ دیگر

صحابہ کبار سے ممتاز واعلیٰ ہیں، جیسے ایک صحابی میں جزوی فضیلت ہوتی ہے، وہ اس جزوی فضیلت کے لحاظ سے نرالی اور ممتاز شان کا مالک ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس جزوی فضیلت میں وہ صحابی شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی افضل ہوتا ہے، چہ جائیکہ دوسرے صحابہ کبار مثال کے طور پر حضرت حزیمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ من شهد اله الحزيمة فهو حسبـــــه اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم میں بھی چند ایسی خصوصیات جزئیہ ہیں کہ ان جزئیات میں وہ تمام صحابہ کبار سے ممتاز وافضل ہیں، وہ جزئیات کسی دوسرے صحابی میں نہیں پائی جاتیں کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہرا سیدۃ النساء علیہا السلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اور تو اور علی اور حسن اور حسین ایک مکان اور ایک مقام ہونگے، جس کو مظاہر حق والے نے جلد چہارم صفحہ **144** باب مناقب اہل بیت مطبع مجیدی کانپور میں نقل کیا ہے۔ جس کی تائید امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے، اور حضور علیہ السلام کا عم زاد بھائی ہونا حسنین علیہما السلام کا باپ ہونا آپ کا خلیفہ ہونا وغیرہ ذٰلک اور زید ان خصوصیات کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم کو شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت جزوی ثابت کرتا ہے۔ اب مطلب امر یہ کہ ایسی عقیدت کی وجہ سے زید دائرہ اہلسنت وجماعت سے خارج ہو سکتا ہے، یا نہ اور بر تقدیر اثبات ایسے شخص کو کافر و بے دین کہنا کیسا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب:-

کسی صحابی کو دوسرے سائر الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جزوی فضیلت دینے سے زید سنیت کے دائرہ سے خارج نہیں ہوتا، ہاں اگر زید حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کو کلی طور پر شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دیتا تو تب وہ تفضیلہ شیعہ ہوتا، اسے کافر کہنے والا خود کافر ہے، فقط

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ خطیب وزیر آباد

الجواب:-

بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بعض فضیلتیں ہیں جن کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہیں، جیسا کہ سوال میں پیش کردہ مثال کہ حضرت حزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہا ان کی گواہی دو مردوں کے برابر تھی، ایسے ہی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے نکاح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو شہزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں، اور یہ شرف کسی نبی کے کسی امتی کو حاصل نہ ہو، اس کی وجہ سے آپ کا لقب ذوالنورین مشہور ہوا، حضرت زید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک صراحۃً قرآن مجید میں مذکور ہوا کہ کسی اور صحابی کا نام قرآن مجید میں صراحۃً نہیں لیا گیا، حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملائکہ کرام علیہم السلام نے غسل دیا، آپ غسیل ملائکہ کے نام سے مشہور ہوئے، ممتاز ہوئے، حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہ کے بھائی ہیں، پر عطا ہوئے کہ آپ فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتے ہیں، آپؓ جعفر طیار کے نام سے مشہور و معروف ہوئے، علیٰ ہذالقیاس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جزوی فضیلتیں ہیں جو کسی

دوسرے اور صحابی میں نہیں ایسے ہی مولائے کائنات مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بعض فضیلتیں ہیں جو کسی اور صحابی میں نہیں، مگر فضیلت کلی ملطقہ تمام صحابہ پر بلکہ تمام نبیوں کے امتیوں پر حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اکبر و حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہے، یہ اہلسنت کا عقیدہ ہے، زید کا یہ عقیدہ اہلسنت و جماعت کے مطابق ہے صرف اس عقیدہ کی وجہ سے اس کو کافر کہنا سخت جرات و جہالت ہے، جو اس عقیدہ کی وجہ سے اسکو کافر کہے، وہ مذہب اہلسنت کے عقیدہ سے ناواقف ہے، صریح حدیث کے موافق اور فقہا کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات کے مطابق کسی مسلمان کو بغیر وجہ شرعی کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ مذہب حق مذہب اہلسنت و جماعت پر قائم رہنے کی توفیق دے، اور اسی مذہب حق اہلسنت و جماعت پر خاتمہ کرے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر63:-

حضور کو حاضر و ناظر جاننا اہل سنت کا کیا عقیدہ ہے، آپ تمام جگہ موجود ہیں یا مدینہ میں موجود ہیں، حدیث میں آتا ہے، کہ دنیا کو میں ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھتا ہوں، آپ اس کا جواب دین تاکید ہے، بینوا توجروا۔

الجواب:-

نبی علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ کی روح مقدسہ کو آپ کے نورانی جسم مقدس و مطہر میں داخل کیا گیا، آپ اب بھی حقیقی دنیاوی جسمانی زندگانی کے ساتھ زندہ ہیں، حجرہ انور میں جلوہ فرما ہیں، سب حجابات اٹھالئے گئے

ہیں، دنیا کا ذرہ ذرہ آپ کے پیش نظر ہے، جس جگہ کرم فرمائیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تشریف لے جائیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر64:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک عالم کہتا ہے، کہ حضور علیہ السلام اپنے مزار مقدس میں ہیں، وہاں سب کچھ دیکھتے ہیں، مگر ہمارے روبرو حاضر نہیں ہیں، جو لوگ حاضر سمجھتے ہیں، اور ناظر جانتے ہیں، غلطی پر ہیں مطابق اہلسنت اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:-

حضور نبی مکرم شفیع معظم رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں، دنیا کی کوئی چیز ان کی نظر انور سے پوشیدہ نہیں ہے، اور نہ ہی دنیا کی کوئی شے ان سے غائب ہے، حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذا، اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ آپ ساری دنیا کے ناظر ہیں، دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سب دوریاں اٹھادی ہیں، اور ساری دنیا آپ کے قریب کردی ہے، آپ کے قریب جیسے فرش ایسے عرش جیسے عرب ایسے عجم جیسے مدینہ ایسے مکہ و دنیا کے دیگر شہر ہم سے بعض چیزیں نزدیک بعض دور ہیں، مگر ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی چیز دور نہیں، ان کی شان اعجازی شان ہے،

ان کا ناظر ہونا بھی ان کا بڑا معجزہ ہے، اور ان کا حاضر ہونا بھی عظیم الشان اعجاز ہے، حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں باچندیں اختلاف کہ درعلمائے امت است یک کس رادریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حی بحیات حقیقی بے شائبہ مجاز و توہم تاویل وبر اعمال امت حاضر وناظر جس کو اس مسئلہ کی تفصیل درکار ہو وہ جواہر البحار شریف مصنفہ علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ کا مطالعہ کریں، اور امام اہلسنت اعلحضرت عظیم البرکت مجدددین وملت محقق بریلوی قدس سرہ العزیز کے رسائل جلیلہ وفتاوٰی مبارکہ ودیگر علمائے کرام اہلسنت وجماعت کے رسائل کا مطالعہ کریں، یہ سائل یہ سمجھتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہیں اور ہر جگہ کیسے ہوں گے۔ تو سائل سمجھا کہ جیسے ہم ایک جگہ ہیں، دوسری جگہ سے غائب ہیں ایسے ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ حاضر دوسری جگہ سے غائب ہیں یہ غلطی ہے، کیونکہ نبی پاک کی شان اقدس ارفع واعلیٰ بلند وبالا عقل سے وراء ہے، کہاں ہماری عقلیں اور کہاں وہ عرش وفرش کے تاجدار احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو شان اعجازی عطا فرمائی ہے کہ آپ سے سب بعد وحجابات اٹھا دیئے گئے ہیں اور معجزہ کہتے ہی اسے ہیں کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز ہو، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 65:-

زید کہتا ہے کہ حضور نور ہیں مگر اللہ کے نور سے نہیں ہیں، اس کی وضاحت

فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔

بلاشبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور سے ہیں بلا کیف و تقسیم حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ سے فرمایا، یا جابران الله تعالیٰ خلق نور نبیك من نوره یعنی اے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا، دیکھئے حضور نبی کرم تو خود فرما رہے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور سوال میں کھلم کھلا مخالفت کی گئی ہے، سوال میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا نہیں فرمایا، بلکہ غیر کے نور سے پیدا فرمایا، تو سائل ذرا یہ تو بتائے کہ وہ غیر کون ہے، کہ جس کے نور سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو پیدا فرمایا، سوال کرنے والا بیچارہ اس حدیث کو سمجھا ہی نہیں ہے، اور خود ایسی بات کردی ہے جو بے سند ہے، ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات کی مظہر اتم ہے، اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور ذاتی بایں وجہ ہے، کہ بغیر وسیلہ کے منسوب بسوئے واجب ہے، اور چیزوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے ہے، مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر وسیلہ کے ذات واجب کی طرف منسوب ہیں یا یہ معنی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور مجسم ہیں مخلوق ہیں، اصل نور آپ ہی ہیں، اور باقی انوار آپ کی فروع ہیں آپ بلاشبہ نور الانوار

ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔خلاصہ اس امر کا یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو بلا تقسیم وکیف اپنے نور سے پیدا فرمایا، اور باقی مخلوق کو اپنے نبی کے نور سے پیدا فرمایا، جیسا کہ کتب روایات میں اس کی تصریح ہے، یہاں تک کہ بعض دیوبندی مولویوں نے بھی بعض (دیکھو نشر الطیب وعطر الوردہ) رسائل میں اس کی تصریح کی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا، یہ مضمون ایک لحاظ سے متشابہات سے ہے، اس کے یقیناً یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی چیز علیحدہ ہوئی کیونکہ ذات مقدسہ باری تعالیٰ کم وکیف مقدار وتقسیم سے جسم سے جسمانیات سے ترتیب سے انحلال سے عوارض حدوث وامکان سے مسترہ وپاک ہے، اللہ تعالیٰ بصیرت دے اور حق کہنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 66:-

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر ہیں، مگر بے مثل ہیں، اگر آپ کو بشر کہا جائے تو کوئی گناہ نہیں کیونکہ آپ کا جسد بشر پر دلالت کرتا ہے، اس مسئلہ کی وضاحت کریں، بینوا توجروا۔

الجواب:-

حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہیں نور خدا ہیں، بنی نوع انسان سے انسان اکمل ہیں، بے مثل انسان ہیں، بے مثل بشر ہیں بے مثل نبی ہیں، بے مثل رسول ہیں، بے مثل حبیب خدا

عزوجل ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے خاص بندے ہیں، اور مخلوق خدا کے مختار وآقا باذن اللہ ہیں، آپ بلاشبہ بشر ہیں، مگر نور ہیں، بے مثل ہیں، محاورے میں آپ کو یہ کہنا کہ آپ صرف بشر ہیں، یہ بے ادبوں گستاخوں کا طریقہ ہے، شے کا تحقق اور چیز ہے، شے کا بیان کرنا اور تعبیر کرنا اور چیز ہے، ادب کا دارومدار عرف میں ہے، لہٰذا عرفاً جو بات بے ادبی کی ہو وہ بے ادبی میں شمار ہوگی، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ سائل حیوان ہے دوٹانگوں پر چلتا ہے، یا سائل کا بیٹا اپنے باپ کو یوں کہے میری ماں کے خاوند میری ماں کے زوج ادھر آؤ یا والدہ کو یوں کہے، میرے باپ کی بیوی کھانا دو یا اپنے باپ کی قریبی رشتہ دار بتائے، یہ بات تحقق کے اعتبار سے صحیح ہے، مگر محاورے کے اعتبار سے بے ادبی وگستاخی ہے، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خلیفۃ اللہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دربار کی حاضری نصیب فرمائے، اس کی توفیق عطا فرمائے، اور اس کے آداب عطا فرمائے ان سے گفتگو عرض معروض کے طریقے سکھائے، آمین۔ ان کی پیاری آواز پر آواز کے بلند ہوجانے کو اعمال کے ضائع ہوجانے کا سبب ٹھہرایا، رب العزت کو یہ پسند نہیں کہ میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری آواز پر کسی کی آواز بلند ہو، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا، من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ان کی بیعت کو اپنی بیعت فرمایا، ان الذین یبا یعونک انمایبایعون اللہ آپ کی اتباع کو اپنی محبت کا واسطہ ٹھہرایا فرمایا، قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ آپ کے ذکر کو اپنا ذکر

فرمایا حدیث قدسی میں ہے، من ذکرک فقد ذکرنی او کما قال آپ کے ذکر کو اپنی یاد کے ساتھ ملایا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اذان میں قرآن میں خطبہ نماز واقامت میں تشہد میں اپنے حبیب کی یاد کو بلندی عطا فرمائی سبحان اللہ کیسی شان ہے، حبیب خدا کی وہ رحمۃ اللعالمین ہیں، اللہ تعالیٰ کے نائب اعظم ہیں، اور خدا کی خدائی کے آقا و بادشاہ ہیں انبیاء مرسلین کے سرتاج و امام ہیں، ملائکہ مقربین کے بادشاہ اور سرتاج ہیں، دائرہ امکان میں جتنی عزتیں شرافتیں بزرگیاں فضائل مناقب محامد درجات علوم راتب ہیں، سب کے آپ جامع ہیں، آپ کے کمال کی کوئی حد نہیں، انسان کے احاطہ بیان سے باہر ہے، الوہیت الوہیت کی صفات کے علاوہ اور یہود و نصاریٰ کے جھوٹے ادعا کے علاوہ جو خوبی چاہو جس فضل وکمال کو چاہو اسے رسول اکرم علیہ السلام کی طرف منسوب کرو۔

منزه عن شريك فى محاسنه   فجو هر الحسن فيه غير منقسم !!

دع ما ادعته اننصارى فى نبيهم   واحكم بما شئت مدحاً فيه واحتكم

فان فضل رسول الله ليس له   فيعرب عنه ناطق بغم

جس ذات کریم کے ایسے فضائل ومحامد ومناقب ہوں ان کو محاورہ میں صرف بشر کہنا بے ادبی ہے، خصوصاً اس زمانہ میں وہابی دیوبندی، غیر مقلد، مرزائی، قادیانی، شیعہ رافضی چکڑالوی، مودودی وغیرہ بے دین فرقے شان الوہیت ونبوت وولایت میں تحریراً تقریراً گستاخیاں کرتے ہیں، لہٰذا اہل حق اہل سنت وجماعت پر لازم ہے کہ انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مدنی

تاجدار سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ادب اور عزت کا حکم استعمال کریں، اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور چشم بصیرت عطا کرے، اور تمام باطلہ مذاہب سے بچائے، اور ان کو ہدایت دے آمین، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 67:-

حضور علیہ السلام کو اہلسنت نور مجسم مانتے ہیں، یہ بھی حدیث آئی ہے کہ حضور کا پیٹ چاک کر کے نور بھرا گیا نور کے ساتھ ان چیزوں کا کیا تعلق تھا۔ جو دھوئی گئیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور پہلے بشر تھے، اب نور حکمت بھرا گیا، اگر تمام علوم حضور کے سینے میں پیٹ چاک کر کے رکھے گئے، تو پیٹ چاک کرنے کا کیا مطلب، تو آدم علیہ السلام کوئی علوم منکشف کر دیئے گئے تو حضور علیہ السلام کا پیٹ چاک کر کے نور حکمت بھرا گیا، تو معلوم ہوا کہ حضور بشر تھے، اب بھی بشر ہیں، غیب بھی نہیں جانتے تھے، نور حکمت اب بھرا گیا،

الجواب: یاصاحب الجمال ویا سید البشر

من وجهك المنير لقد نور القمر

محمد بشر لا کالبشر بل هو یاقوت بین الحجر

حضور علیہ السلام بشر ہیں، لیکن بے مثل بشر ہیں آپ جیسا نہ کوئی ہوا ہے، اور نہ ہوگا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے مثل ہونے پر ہزاروں حدیثیں شاہد ہیں بلکہ قرآن پاک میں آپ کی بیویوں کو بے مثل فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے، یا نساء النبی لستن کاحد من النساء ان

اتقیتن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور بھی ہیں، قرآن پاک میں ہے، قد جاءکم من الله نو جلالین میں ہے، ھو النبی صلی الله علیه وسلم یریدون لیطفو انور الله میں ایک تفسیر کی بنا پر نور اللہ سے مراد نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، حدیث پاک میں ہے، یا جابر ان الله تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نو ر نبیك من نوره یہ حدیث پیشوائے دیابنہ مولوی اشرف علی تھانوی علیہ ما علیہ نے بھی نشر الطیب اور اس کے حاشیے پر نقل کی ہے، حضور علیہ السلام کے نور ہونے کی تحقیق دیکھنا منظور ہو تو اس صدی کے مجدد اعلحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز کا رسالہ مبارکہ صلوٰۃ الصفافی نور المصطفیٰ ملاحظہ ہو، اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور ہیں بے مثل بشر ہیں شق صدر کے واقعات میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کی نفی نہیں بلکہ وہاں پر نور بھرنے سے مراد نورانیت کی زیادتی ہے، زیادت شئی اصل شئی کی نفی نہیں کرتی، حدیث پاک میں ہے ایک دفعہ حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے، آپ پر سونے کی ٹڈیاں گر رہی تھیں، آپ نے ان کو کپڑے میں جمع کرنا شروع کر دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہوا کیا میں نے تم کو بے پرواہ نہیں کیا ان سے جو آپ دیکھ رہے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا کیوں نہیں تیری عزت کی قسم (یعنی بیشک تو نے مجھ کو ان سے بے پرواہ کیا ہے، لیکن مجھ کو تیری برکت سے بے پرواہی نہیں، حاشیہ مشکوٰۃ بحوالہ مرقاۃ اس حدیث کے تحت ہے، ای الاستغناء عن کثرت نعمتك و

زیادۃ برکتک یعنی تیری نعمت کی کثرت اور برکت کی زیادت سے استغنا نہیں ہے، اگر آدمی کا وضو ہو تو اس وضو پر وضو کرے تو اس سے پہلے وضو کی نفی نہیں ہوگی، ہم حضور علیہ السلام کے بشر ہونے کی نفی نہیں کرتے بلکہ بشر مانتے ہیں لیکن اپنے جیسا نہیں بلکہ بے مثل بشر مانتے ہیں، اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ مان بھی لیا جائے کہ نورانیت بھرنے سے پہلے علم غیب نہیں جانتے تھے، تو نورانیت بھرنے کے بعد علم غیب کی نفی کیسے ہوگئی، مخالفین بتائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وصال سے پہلے غیب کی کسی بات کو نہیں جانا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 68:-

اہلسنت کہاں سے شروع ہوئے اور تحریک وہابیہ کہاں سے، بینوا توجروا۔

الجواب:-

اہلسنت وجماعت صحابہ کرام واہل بیعت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے چلے آرہے ہیں اہلسنت کے پہلے پیشوا اہل بیعت اطہار وصحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں اور وہابیوں کا زیادہ زور تو ابن عبدالوہاب نجدی سے بارھویں صدی ہجری میں ہوا ہے، اس لئے وہابیوں کا پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی ہے،

سوال نمبر 69 تا 78:

غوث صمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تہتر 73 فرقے لکھے ہیں ان میں سے

بہتر 72 کو تو گمراہ لکھا ہے، اور صرف ایک کو صراط مستقیم پر لکھا ہے، اور وہ اہلسنت و جماعت سے بہتر 72 گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ مرجیہ لکھتے ہیں، اور اس کے تیرہ اقسام یا شاخیں کیے ہیں، ان میں سے ننانوے قسم حنفیہ کو لکھا ہے، اور فرماتے ہیں، یہ فرقہ ابوحنفیہ نعمان بن ثابت کا پیرو ہے، آگے چل کر جہاں بہتر 72 گروہ کو ختم کرتے ہیں، تو فرماتے ہیں کہ تمام فرقے گمراہ ہیں، خدا ہمیں ان سے بچائے اور اہلسنت و جماعت میں رکھے، لیکن اب یہاں تذبذب ہے، آیا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ گمراہ تھے، آیا امام اعظم ان کو جماعت نے کہا یا اپنے آپ یہ لقب اختیار کیا، آیا امام اعظم اہلسنت و جماعت نہیں تھے، آیا امام اعظم ناقص فقہ کے حامل تھے آیا، اس زمانہ میں کوئی اور بھی نعمان بن ثابت تھے، اور اگر تھے تو سب کو ابوحنیفہ کہا جاتا تھا۔ اور وہ سب کے سب امام تھے۔ آیا جو بھی امام اعظم کے رستے پر چلے گمراہ ہے، آیا غوث صمدانی نے اجتہاد میں غلطی کھائی ہے، آیا غوث پاک کا ہر فعل ہمارے لئے حجت ہے، مشائخ طریقت زیادہ کس امام کے پیرو تھے۔ خصوصاً خواجہ اجمیری، خواجہ بہاؤالدین نقشبندی اور دیگر اولی العزم اصفیاء اولیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، چونکہ شیخ شہاب الدین سہروردی شافعی ہیں، اس لئے ان کا نام نہیں لکھا، امام اعظم کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشنگوئی کی ہے، کسی حدیث سے ثابت ہے، بینوا توجروا۔

الجواب :-

غوث صمدانی محبوب سبحانی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ غنیۃ الطالبین

میں ایک جگہ گمراہ فرقوں کا ذکر کیا، اور فرمایا الحنفیۃ آگے چل کر جب آپ
نے ان فرقوں کی تفصیل کی تو فرمایا اما الحنفية فهم بعض اصحاب
ابی حنيفة نعمان بن ثابت غنية الطالبين ازنولکشوری لاہور
164 یعنی فرقہ حنفیہ بعض اصحاب ابی حنیفۃ ہیں، اس عبارت سے روز روشن
کی طرح واضح ہے کہ نہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ گمراہ تھے، اور نہ ہی وہ جو
صحیح طور پر ان کی اتباع وپیروی کریں بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے
آپ کو عمل کے اعتبار سے حنفی ظاہر کرتے تھے، اور ان کے امام اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے خلاف تھے جیسا کہ معتزلہ گمراہوں کا ایک فرقہ ہے جو عمل فقہ
حنفی پر کرتا ہے، اور ان کے عقائد گمراہی کے ہیں۔ مثلاً شفاعت کے وہ منکر
ہیں ثواب قبر وعذاب قبر کے وہ قائل نہیں۔ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی
رویت ودیدار کے وہ منکر ہیں۔ تو یہ لوگ اس وجہ سے حنفی ہیں کہ عمل میں فقہ
حنفی کے تابع ہیں اگرچہ ان کے عقائد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقائد
کے مخالف ہیں۔ اور اس زمانہ میں دیوبندی فقہ حنفی پر چلتے ہیں، مگر ان کے
عقیدے انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان رفیع میں گستاخیاں وبے
ادبیاں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے لئے ظلم وکذب اور سفہ ممکن مانتے ہیں،
وغیرہ وغیرہ اسی طرح مرجیہ بھی گمراہوں کا ایک فرقہ ہے، جس کی چند شاخیں
ہیں، ان میں سے ایک گروہ فقہ حنفی کے تابع ہے، مثلاً آجکل کے غیر مقلد
وہابی اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے ہیں، جو بظاہر حدیث پر عمل کے مدعی
ہیں، مگر عقیدے ان کے گمراہی وبے دینی کے ہیں، بلاتشبیہ یوں سمجھ لیجئے کہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں میں منافقین لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے تھے، اور مسلمان کہلاتے تھے، اور اس پر قسمیں بھی کھاتے تھے۔ مگر وہ نام کے مسلمان منافق بڑے غدار تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچے طور پر نہیں مانتے تھے۔ بلا تشبیہ جو فرقہ عمل میں حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کو مانتا ہے، اور عقائد اہلسنت کو نہیں مانتا، ایسا فرقہ نام کا حنفی تو ضرور ہے، مگر غدار و مکار ہے، اگر وہ سچے طریقہ سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مانتا امام اعظم کے عقائد حقہ عقائد اہلسنت کو مانتا جس طرح معتزلہ نام کے حنفی ہیں اور غدار ہیں، اور دیو بندی نام کے حنفی اور غدار ہیں اور غیر مقلد نام کے اہل حدیث اور غدار ہیں، اسی طرح مرجیہ کا ایک فرقہ نام کا حنفی ہے، مگر غدار بدنام کنندہ مکار ہے، ان غداروں کی غداری کی وجہ سے نہ تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان جلالت واجتہاد میں کوئی فرق آتا ہے، اور ہی وہ حنفی اہلسنت جو حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقائد کے متبع ہیں اور فقہ حنفی پر عامل ہیں ان پر کوئی اعتراض آتا ہے، جیسا کہ نجد سے نکلنے والے وہابی کہ اپنی نسبت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو حنبلی کہلاتے ہیں، مگر حقیقت میں غدار وہابی گمراہ بددین ہیں، مگر ان کی گمراہی بددینی کی وجہ سے حضور امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن علم واجتہاد میں کوئی دھبہ نہیں آتا جس طرح ان نام کے حنبلیوں نجدیوں وہابیوں کی گمراہی کی وجہ سے حضور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اعتراض نہیں آتا، اسی طرح مرجیہ کے گروہ نام کے

حنفیوں غداروں کی وجہ سے حضور امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض لازم نہیں آتا، اعتراض اس وقت آتا کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کی شان مجتہدوں کی شان میں امتیازی شان ہے، حضور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ سب لوگ فقہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں، اعلم علمائے مدینہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان فرمائی، حضور سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی قطب ربانی شہباز لامکانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنیۃ الطالبین میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان فرمائی اور آپ کو فقہائے کرام مجتہدین عظام علیہم الرضوان کی جماعت میں شمار کیا، اور آپ کو امام اعظم کا لقب دیا، مقام غور ہے، کہ غنیۃ الطالبین میں تو اور اماموں مجتہدوں کو تو امام فرمایا اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام اعظم فرمایا۔ سبحان اللہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیسے القاب وآداب سے یاد فرمایا غنیۃ الطالبین کے باب امر بالمعروف نہی عن المنکر میں فرمایا۔ امـا اذا كـان اشی مما اختلف الفقهاء فیه وساتح فيه اجتهاد کشرب الماء النبيذ مقلد ابی حنيفة وتزوج امرأة بلاولی علی ما عرف من مذهبه لم يكن مما هو علی مذهب امام لا حمد والشافعی الافكـار علیه صفحہ 96 دیکھئے، اور نظر انصاف سے دیکھئے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنفی اور شافعی مذہب والوں کو ہدایت فرمارہے ہیں،

کہ جس اجتہادی مسئلہ میں امام اعظم کا مقلد امام اعظم کی فقہ پر عمل کرتا ہے،
دوسرے اماموں کے مقلدوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ حنفی پر اعتراض کرے،
غنیۃ الطالبین کی اس عبارت سے وہابیہ زمانہ کا رد بلیغ ہو رہا ہے، غنیۃ الطالبین
کا اعلان ہے کہ اے مذہب حنفی پر نکتہ چینی کرنے والو اور انکار کرنے والو اپنا
انکار و اعتراض چھوڑ دو اور اختلافی مسائل میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی تحقیق پر اور ان کے قول مختار پر ان کے مقلدوں کو عمل کرنے دو
غیر مقلدین وہابیہ سیدھے سادھے بھولے بھالے حنفیوں کو بہکاتے اور
ورغلاتے ہیں اور غنیۃ الطالبین کی عبارتوں کے غلط مطلب بتا کر اہلسنت کو
پریشان کرتے ہیں، اے سنیو! حنفیو تم ہوشیار ہو جاؤ۔ اور وہابیوں کے مکرو
فریب کے جال میں نہ پھنسو، یہ وہابی تم کو راہ حق سے پھیرنے کی کوشش میں
رات دن لگے ہوئے ہیں، تم ان کی نہ سنو یہ ابھی تھوڑے ہی زمانہ میں نیا
گمراہ فرقہ پیدا ہوا ہے، تم ان گمراہوں سے بچو، اور اپنے اہلسنت کے طریقہ
پر قائم رہو، سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں
اولیاء کاملین حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن سے وابستہ رہے
ہیں، اور عوام تو بیشمار ہیں جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سایہ میں ہیں،

جواب نمبر 69 تا 72:

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اماموں کے امام مجتہدوں کے استاد
اور اولیاء کے پیشوا اہلسنت کے چشم و چراغ ہیں۔ امت نے آپ کو امام اعظم
کا لقب دیا غنیۃ الطالبین میں حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔۔

بھی آپ کو امام اعظم فرمایا۔ ایام تشریق میں تکبیروں کی تعداد کے بارے میں جو فصل ہے، اس میں فرماتے ہیں، وھو مذھب الامام الاعظم ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہلسنت وجماعت تھے، بلکہ اہلسنت وجماعت میں بہت بڑی شخصیت رکھتے ہیں، اہلسنت کے رکن اعظم ہیں آپ کامل فقہ کے حامل تھے۔ مجتہد مطلق تھے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 73 اور 74:

حضور سیدنا امام اعظم کے رستے پر چلنے والا حق پر چلنے والا ہے، اس لئے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل حق سے ہیں، اور اہل حق کے رستہ پر چلنے والا گمراہ نہیں ہوتا۔ حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یا بعد کسی کا نام نعمان بن ثابت ہو بھی تو ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر 75:-

حضور سیدنا محبوب سبحانی قطب ربانی غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنیۃ الطالبین میں ٹھیک فرمایا ہے، مگر سمجھنے والے نے غلطی کھائی ہے، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام اعظم و دیگر مجتہدین کرام وفقہا عظام کے فضائل اور ان کے مسائل کی پابندی کا ذکر غنیۃ الطالبین میں فرمایا۔ مگر ایک عرصہ سے وہابی غیر مقلدین اپنی جہالت کی وجہ سے حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں، جن جاہلوں کو

اردو عبارت سمجھنے کی تمیز نہیں وہ امام المجتہدین کی شان میں نکتہ چینی کرتے ہیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 76:

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولیوں کے ولی قطبوں کے قطب غوثوں کے غوث پیروں کے پیر دستگیر علمائے شریعت ومشائخ طریقت کے پیشوا ہیں، اور حضور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ پر چلنے والے (حنبلی) مسلک پر تھے، ہمارے نزدیک غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے۔اور شریعت کے مطابق پابندی فرماتے تھے۔آپ کا لقب محی الدین تھا۔ (یعنی دین کے زندہ فرمانے والے) لہٰذا آپ کے اقوال وافعال آپ کے مرتبہ کے مطابق بلاتشبیہ حجت ہیں، اگر کسی وہابی میں دم ہے ذرا وہ بتائے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فلاں فعل یا قول خلاف شرع تھا۔تو پھر ہم انشاء اللہ العزیز بفضلہٖ تعالیٰ ضرور ثابت کریں گے کہ آپ کا یہ قول وفعل شریعت وطریقت کے مطابق وموافق ہے، چاروں اماموں کی فقہ شریعت کے مطابق ہے، لہٰذا جو شخص چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرتا ہے، اور اہلسنت کے عقیدوں پر قائم ہے، تو وہ بلاشبہ حق پر ہے اسی لئے غوث پاک بھی اتنے بڑے مرتبہ کے عالم وعارف قطبوں کے قطب طریقت وشریعت کے جامع ہو کر بھی حضور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کے مطابق عمل فرماتے یہ ہے غوث اعظم کا اماموں کی شان میں ادب اور آجکل ایرے غیرے نتھو خیرے غیر مقلد نرے

جاہل اماموں کی شان میں بے ادبیاں اور تقلید کے متعلق نکتہ چینیاں کرتے ہیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 77:

حضور خواجہ صاحب اجمیری خواجہ بہاؤالدین صاحب نقشبندی، محبوب الٰہی، نظام الدین اولیاء، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، فریدالدین گنج شکر، مخدوم علی کلیری صابر صاحب قدست اسرازہم ہی نہیں، بلکہ ہزاروں مشائخ طریقت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیروکار ہیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 78:

خاتمۃ الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تبیض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ میں فرمایا! میں کہتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یقیناً اس حدیث میں بشارت دی جو چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے، جس کی تخریج محدث ابونعیم نے حلیہ میں کی، عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كان العلم بالثر يا لتناوله رجال من ابناء فارس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر علم ثریا تک پہنچ جائے تو فارس والوں میں سے چند مرد اسے ضرور حاصل کرلیں گے۔ اس کی مثل کتاب الغابہ میں قیس ابن سعد ابن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی اصل بخاری ومسلم میں ہے، جس

کے لفظ یہ ہیں، لو کان العلم عندالثریا لتناولہ رجال من فارس ۔ یعنی ایمان اگر ثریا تک پہنچ جائے گا تو اسے فارس کے چند مرد حاصل کرلیں گے، اس کی مثال طبرانی میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اور علامہ ابن حجر مکی کتاب خیرات الحسان مطبوعہ مصر میں ایک روایت حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں یوں نقل کی ہے، کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ 150ھ میں زینت اٹھالی جائے گی، اس زینت سے مراد فقہ کی زینت ہے، اور ٹھیک ایک سو پچاس 150 ہجری میں حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا، حضرت علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ شافعی ہیں، اور علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ بھی شافعی ہیں، حنفیہ تو حنفیہ محدثین و محققین شافعیہ بھی حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب اپنی اپنی تقریروں میں تحریروں میں رسالوں میں بیان کرتے ہیں، وللہ الحمد یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے جس کو وہ دے، ایں سعادت بزور بازو نیست۔ آجکل کے وہابیہ صرف اپنی جہالت اور بے انصافی کی وجہ سے آپ کی شان میں نکتہ چینی کرتے ہیں، خدا عزوجل ان کو ہدایت دے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم وبالحق والصواب۔

سوال نمبر 79:-

دیوبندی اہلسنت یا نہیں۔

الجواب:-

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا، دیو بندیوں کا عقیدہ ہے اب اگر کوئی نبی پیدا ہو جائے اور اس کو نبی فرض کرلیں تو اس سے ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا، ملاحظہ ہو بانی مدرسہ دیو بند قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس بلکہ غیر مقلدوں دیو بندیوں کے امام اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک تو ایک آن میں کروڑوں نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر آسکتے ہیں، چنانچہ اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ 22 پر لکھا ہے، اس شہنشاہ (اللہ تعالیٰ) کی یہ شان ہے کہ اگر ایک آن میں ایک کلمہ کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے، اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ محال ہے، ممکن نہیں مگر دیو بندیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، ملاحظہ ہو دیو بندیوں کے پیشوا رشید احمد گنگوہی کی مصدقہ کتاب براہین قاطعہ صفحہ 2، اور دیو بندیوں کی مایہ ناز کتاب سیف یمانی صفحہ 82،83۔

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ خدا کے لئے سفہ (بے وقوفی) محال ہے، دیو بندیوں کا عقیدہ ہے خدا سفہ یعنی بے وقوفی کر سکتا ہے، اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ سرکار دو عالم نور مجسم کو ساری مخلوق سے زیادہ علم ہے، قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اور دیو بندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، اور شیطان کو ساری زمین کا علم ہے، شیطان کے لئے علم کا زیادہ ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے علم کا وسیع ہونے نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے معاذ اللہ، ملاحظہ ہو دیوبندیوں کی مستند کتاب براہین قاطعہ، اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے بیشمار درجات افضل ہیں، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم سے بیشمار فضیلتوں کے ساتھ امتیاز ہے، اور دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں اور ہم میں صرف اتنا امتیاز ہے کہ وہ احکام خداوندی سے واقف اور ہم غافل، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے پیشوا اور امام اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے انبیاء اولیاء کو جو اللہ نے سب سے بڑا بنایا ہے، سو ان میں بڑائی صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں، اس کتاب میں دوسری جگہ لکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا اور سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ میں اللہ کے احکام سے واقف ہوں اور لوگ غافل، دیکھئے، دیوبندیوں کا پیشوا اپنے اور نبی کے درمیان صرف یہ فرق بیان کر رہا ہے، کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام احکام سے واقف ہیں، اور دیوبندیوں کا پیشوا غافل، دیوبندی اور دیوبندیوں کا پیشوا جب احکام سے واقف ہو جائیں اور مولوی عالم بن جائیں تو دیوبندی عقیدے میں دیوبندی عالم اور نبی میں فرق ہی نہیں رہتا۔ معاذ اللہ، اہلسنت کا عقیدہ ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے روضہ مبارک کی حاضری کے لئے دور دراز سے قصد کر کے جانا شرعاً جائز ہے، اور باعث فیوض و برکات ہے، دیوبندی عقیدے میں دور دراز سے روضہ مبارک کی حاضری کا قصد کر کے

جانا شرک ہے، دیو بندیوں غیر مقلدوں کے امام اسمٰعیل نے اپنی کتاب
تقویۃ الایمان میں لکھا ہے، یا ایسے مکانوں میں (پیرو پیغمبر کی قبر کو یا کسی کے
مکان کو یا کسی کے تبرک کو) دور دور سے قصد کر کے جاوے تو تو ہر طرح شرک
ثابت ہے، تقویۃ الایمان میں اس کو شرک لکھا ہے، اور دیو بندیوں کی دوسری
کتابوں میں زیارت کو جائز و موکد لکھا ہے، تو یہ سنیوں کو دھوکہ دینے کے لئے
لکھا ہے، یہ ان کی دورنگی چال ہے شرک بھی کہتے ہیں، اور اس کام کو جائز
بھی کہتے ہیں، اہلسنت کا عقیدہ ہے اور اہلسنت کے نزدیک ماہ محرم میں یا
اس کے علاوہ اور مہینوں میں حضرات حسنین کریمین طیبین طاہرین رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کی شہادت کا جائز و صحیح بیان کرنا بلاشبہ جائز ہے، دیو بندیوں کا
عقیدہ ہے کہ ماہ محرم میں اہل بیت اطہار کی شہادت صحیح روایات سے بھی بیان
کرنا حرام ہے، اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ محرم میں سبیلیں لگانا شربت پلانا جائز
ہے، دیو بندیوں کا عقیدہ ہے کہ محرم میں مسلمانوں کو سبیلیں لگانا، سبیلوں سے
پانی شربت دودھ پینا، پلانا حرام ہے، مگر دیو بندیوں کے نزدیک ہندوؤں
کی سبیل جب کہ ہندوؤں نے سودی روپیہ صرف کر کے لگائی ہو تو دیو
بندیوں کا ایسی سبیل سے پانی پینا جائز ہے، دیو بندیوں کے نزدیک فاتحہ کا
کھانا، کھانا حرام ہے، مگر ہندوؤں مشرکوں کے تہوار ہولی دیوالی کی پوریاں
کھانا جائز ہے، دیکھو فتاویٰ رشیدیہ، اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے وصف کمال علم شریف کو بچوں پاگلوں کے علم سے تشبیہ دینا
ناجائز ہے، دیو بندیوں کے عقیدہ میں حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم

شریف کو بچوں پاگلوں جانوروں چوپاؤں کے علم سے تشبیہ دینا جائز ہے، جیسا کہ نام کی حفظ الایمان میں ہے، دیوبندیوں کے دو چار نہیں بلکہ کثرت سے فاسد عقیدے ہیں جو سراسر اہلسنت عقیدوں کے خلاف ہیں، جس کو اس کے متعلق تفصیل درکار ہو وہ امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلحضرت عظیم البرکت شاہ عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان صاحب قدس سرہ کے رسالہ جلیلہ الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ اور رسالہ نافع الاستمداد مع تکملہ اور کتاب مستطاب حسام الحرمین وغیرہ کتب نافعہ ورسائل جلیلہ کا مطالعہ کرے، اور دیگر علمائے اہلسنت کی کتب رد تقویۃ الایمان وغیرہ کتب کا مطالعہ کرے، دیوبندیوں کے عقیدوں کے متعلق کچھ اشتہار بھی شائع ہوئے ہیں، جن میں دو اشتہار دیوبندیوں کے علم وعرفان کی کہانی، دیوبندیوں وہابیوں کا ختم نبوت سے انکار، دونوں اشتہار خصوصاً قابل مطالعہ ہیں،

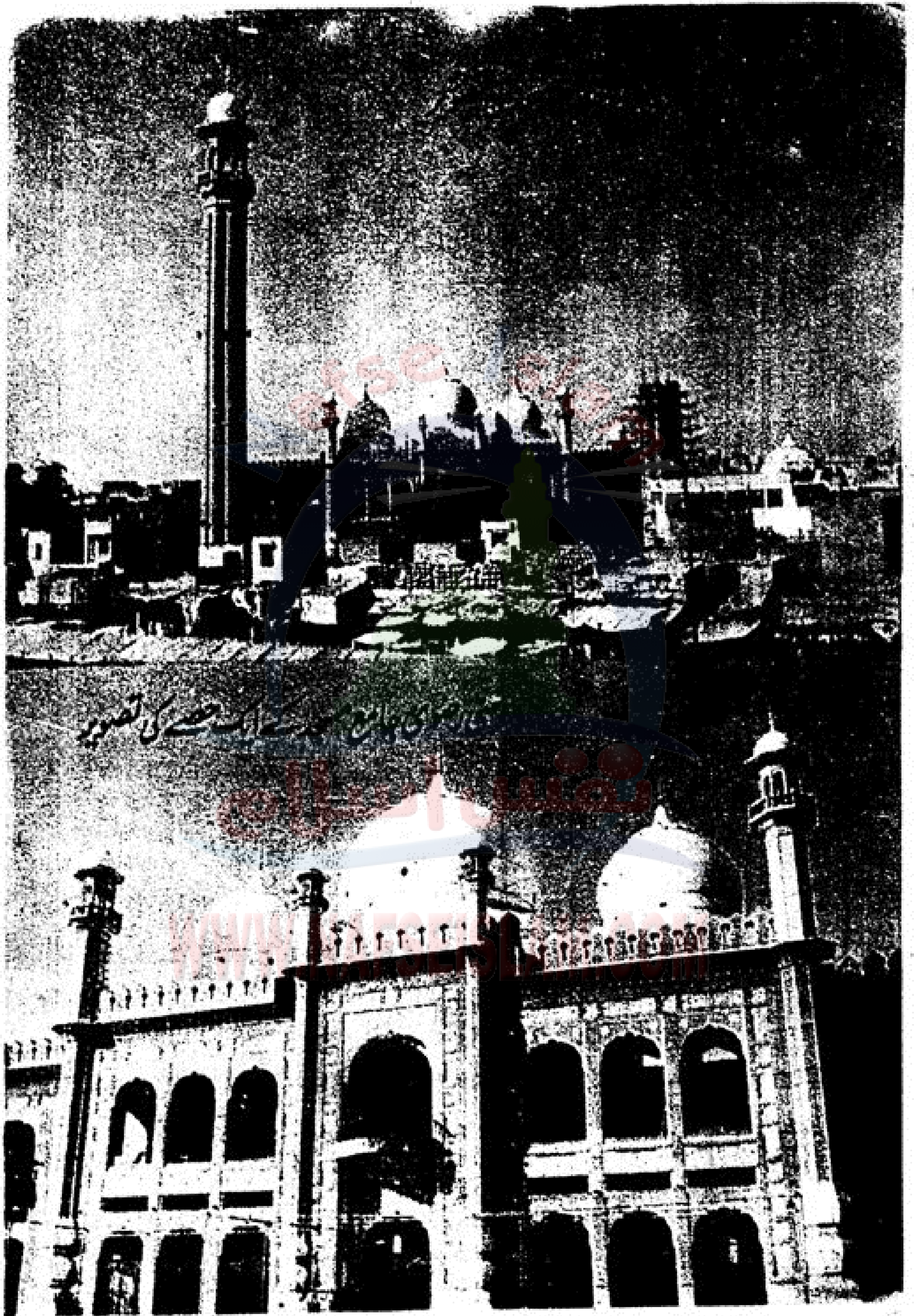
دشمنان دین تو دنیا میں بہت ہیں جیسے قادیانی اور لاہوری مرزائی شیعہ رافضی، خاکسار نیچری وغیرہ وغیرہ مگر ان سب کے لحاظ سے زیادہ خطرناک دیوبندی ہیں کیونکہ مرزائی قادیانی کے مکروفریب و بے دینی سے اسلامی دشمنی سے مسلمان واقف ہیں شیعہ رافضی سے بھی امتیاز حاصل ہے، نیچری خاکساری سے بھی حفاظت ہوجاتی ہے، مگر دیوبندی سے اہلسنت کو امتیاز بظاہر مشکل ہوگیا ہے، کیونکہ دیوبندی کے اگرچہ خراب عقیدے ہیں مگر دیوبندی اپنے آپ کو سنی حنفی ظاہر کرتا ہے، اور عام مسلمان اس کے مکروفریب کے جال میں پھنس جاتے ہیں، اور پھر اس کے پیچھے نمازیں پڑھنا شروع

کر دیتے ہیں، اہلسنت کے خلاف دوسرے گروہ اپنے آپ کو سنی حنفی ظاہر کر کے گمراہ نہیں کرتے اس لئے لوگ ان کے مکروفریب کے جال سے بچ جاتے ہیں، اوران کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے، دیوبندیوں سے بظاہر بچنا مشکل ہوگیا ہے، اس لئے کہ یہ اپنے فاسد عقیدوں کو ظاہر نہیں کرتے، بلکہ چھپاتے ہیں، اگر یہ اپنے فاسد عقیدوں کو ظاہر کردیں تو عوام ان کے مکرو فریب کے جال سے محفوظ رہیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔


عکس نوادرات

انجمن فدایان رسول جمعیت اصلاح کے دفاتر اور دارالافتاء







سُنّی رضوی جامع مسجد کا اندرونی منظر

بخاری شریف پر حضرت شیخ الحدیث کے ایک نوٹ کا عکس

نسائی شریف پر حضرت شیخ الحدیث کا ایک حاشیہ

[illegible]

مسلم شریف پر حضرت شیخ الحدیث کی ایک تعلیق کا عکس

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وابنه وبعد
فانني قد اجزت الاخ الفاضل الحاج محمد سردار احمد البريلوي في صحيح البخاري
والصحاح والمسانيد والسنن والاجزاء وكل ما ارويه بسندنا الى
رواتها الى سيد الخلق المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى آله وصحبه
وقد اجازنا العلامة الامام الشيخ بدر الدين الحسني شيخ دار الحديث
بدمشق وهو عن الشيخ ابراهيم السقا عن الشيخ الامير الصغير عن
الشيخ الامير الكبير وثبته مطبوع واجازنا العلامة السيد محمد عبد الحي
الكتاني الفاسي وله ثبت مطبوع والسيدة امة الله عن والدها
الحافظ الشيخ عبد الغني الدهلوي وثبته مطبوع وغيرهم نفع الله
بهم آمين والحمد لله اولا واخرا وصلى الله تعالى على سيدنا محمد

وآله

كتبه محمد الحافظ التيجاني

في يوم الاحد ١٩ محرم الحرام سنة ١٣٦٥

حرر بالروضة الشريفة بالمدينة المنورة
على ساكنها افضل الصلاة والسلام

مدینہ منورہ کے جلیل القدر عالم محمد حافظ تیجانی کی عطا کردہ سند کا عکس

حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفٰے رضا خاں کی عنایت کردہ سند خلافت کا عکس

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد فقد سألني سلوة كبدي و
فلذة فؤادي حبي ونور عيني الصفي الوفي الصافي الصفي الوفي الحري الحفي الذكي الفطن
الزكي العالم العامل فخر الأشباه والأقران الأماثل الأسد الأمجد والأسعد الأرشد مولانا المولوي
محمد سردار احمد صانه الولي الأحد الصمد من شر كل حاسد إذا حسد وبلغه منازل ذروة الكمال ورقاه بجاه سيدنا
النبي محمد الأمجد أحمد الحامد محمد كل محمود وحامد كل حامد المحمود صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه الكرام الأدوم وأبد
الأبد إجازة ما في وريقة وفقني فيها من الأعمال الأنيقة والأشغال الرشيقة فمالك إياها ببركات الله تعالى
علاه فإني قد أجزتك بها بارك الله لك وبك وفيك وعليك ورفعه بالقبول ورضاك ودل الطريق إليك
وبكل الأوفاق والأعمال والأذكار والأشغال وبالسلاسل العلية القادرية القديمة والجديدة والچشتية القديمة
والجديدة والسهروردية والنقشبندية والعلوية المنامية والنبوية العمرية وبجميع العلوم العقلية والنقلية و
جميع الكتب الدينية سيما القرآن العظيم والصحاح الستة والسنن والمسانيد والمعاجيم ودلائل الخيرات والحصن الحصين
وغيرها من كتب الحديثين وبكل الأدعية سيما الحزب البحر وحزب البحر والحزب الأعظم وحرز الشيخ والمثنوي
والمغني والترشية وبكل ما تجوز لي روايته وتصح لي درايته من العلوم بشرط المعلوم عند ذوي العلوم وأوصيك
بالتمسك بتقوى الله عز وجل في السر والإعلان فإن التقوى سنام ذروة الإيمان وتجنب عن البدع والنزغ والأتباع وأهل
البدع والخلاعة وأن تتمسك بما عشت وتعض بالنواجذ على مذهب أهل السنة والجماعة وإياك إياك عن التكاسل
في الطاعة وإليك عن أهل الكفر والردة والبدع والضلال وعليك بعشق خير البشر عليه الصلاة والسلام فإنه في هذا
الزمان من أفضل القرب وأرضى مرضاة النبي وأرجو منك أن لا تنساني بالدعوات الصالحة في الخلوات والجلوات وصلى الله
تعالى على خير خلقه ونور عرشه وأمام حضرته وعروس مملكته سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين برحمتك يا
أرحم الراحمين ... وكان ذلك العشرين من الشهر الربيع الآخر سنة ... وخمسين وثلاثمائة وألف
من الهجرة النبوية على صاحبها ألف ألف صلاة وتحية وأنا ... الفقير محمد المدعو حامد رضا القادري البركاتي النوري الرضوي البريلوي
... غفر له ولوالديه ... ولجميع المسلمين

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی کی عطا فرمودہ سند اجازت کا عکس



حضرت علامہ سید ابوالبرکات کا مکتوب حضرت شیخ الحدیث